توحید یا اللہ مدد

ختم نبوت زندہ باد

خلافت راشدہ

حق چار یار

رسالت محمد رسول اللہ ﷺ

عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ باد

حقانیتِ اہلسنت والجماعت

ترتیب

خادم اہلسنت

عبد الرحیم چاریاری

جامعہ حنفیہ

خلیفہ مجاز

پیر طریقت

حضرت مولانا ابومعاویہ

سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

فاضل دار العلوم دیوبند

از افادات

وکیل صحابہ قائد اہل سنت

مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

• خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ • بانی تحریک خدام اہل سنت

پیشکش سنی تحریک الطلبہ پاکستان فیصل آباد

ناشر جامعہ حنفیہ امداد ٹاؤن شیخوپورہ روڈ فیصل آباد پاکستان

ملنے کا پتہ مکتبہ اہل سنت 12 رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد

0321-7837313

041-2612313

توحید یا اللہ مدد
ختم نبوت زندہ باد

خلافت راشدہ
حق چار یارؓ

رسالت محمد رسول اللہ ﷺ
عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ باد

حقانیتِ اہلسنّت والجماعت

مقدمہ
فخر اہل سنت
مولانا حافظ عبد الجبار سلفی مدظلہ
مرکزی راہنما تحریک خدام اہلسنت والجماعت پاکستان

ترتیب
خادم اہلسنت
عبد الرحیم چاریاری
جامعہ حنفیہ

ازافادات
قائد اہل سنت وکیل صحابہ
قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ
بانی تحریک خدام اہل سنت
خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح وتخریج
مفتی محمد اعظم ہاشمی صاحب حفظہ اللہ
صدر مفتی دار الافتاء جامعہ حنفیہ فیصل آباد

خلیفہ مجاز
پیر طریقت
حضرت مولانا ابو معاویہ
سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ
فاضل دار العلوم دیوبند

پیشکش سنی تحریک الطلبہ پاکستان فیصل آباد

ناشر جامعہ حنفیہ امداد ٹاؤن جھنگ روڈ فیصل آباد پاکستان

ملنے کا پتہ مکتبہ اہل سنت 12 رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد
0321-7837313
041-2612313

خدامِ اہل سنت کی دُعا

از قلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ

خدایا اہل سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسولؐ اللہ کی سُنّت کا ہر سُو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو
ابو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجؓ نبی پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختم نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسول پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر ایک سُنّی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں



نام کتاب: حقانیت اہل سنت والجماعت

مصنف: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ چکوال

ترتیب: خادم اہل سنت عبدالرحیم چار یاری

طباعت: اول

تعداد: 5000

تصحیح: مفتی محمد اعظم ہاشمی صاحب

ناشر: جامعہ حنفیہ، امداد ٹاؤن، شیخوپورہ روڈ فیصل آباد پاکستان

ملنے کے پتے

1.....مکتبہ اہل سنت، 12 رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد

2.....دفتر تحریک خدام اہل سنت، مدنی مسجد چکوال

3.....دفتر ماہنامہ حق چار یار مدینہ بازار۔ ذیلدار روڈ، لاہور

4.....مکتبہ قاسمیہ، مکتبہ سید احمد شہید۔ مکتبہ رحمانیہ۔ اردو بازار لاہور

5.....مکتبہ عارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد

6.....کتب خانہ رشیدیہ۔ راولپنڈی

7..... جامع زکریا۔ مخدوم پور پہوڑاں ضلع خانیوال

8.....مکتبہ عمر فاروق نزد جامعہ فاروقیہ۔ شاہ فیصل کالونی، کراچی

9.....دار العلوم دینیہ، پتوکی ضلع قصور

10.....مدرسہ اشرفیہ امدادیہ، میٹروویل سکیم نمبر 1، سائٹ ایریا، نزد فاروق اعظم مسجد کراچی

انتساب

اکابر اہل سنت کے نام جنہوں نے اپنی زندگیاں حقانیت اسلام کے لئے وقف فرمادیں جن کی مشفقانہ دعاؤں اور فیض صحبت سے عشق صحابہ کے دیپ روشن ہوئے۔

چند مشاہیر کے اسماء گرامی

۱......قطب العصر پیر طریقت حضرت مولانا سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند

۲......خاتم المحدثین امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند

۳......شیخ القرآن حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند

۴......شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کراچی

۵......مناظر اہل سنت علامہ دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ کوٹ ادو

۶......متکلم اسلام، وکیل احناف مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۷......جانشین شہید اسلام مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

۸......استاذ العلماء نمونہ اسلاف حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی زید مجدہم

۹......محقق اہل سنت مولانا محمد نافع صاحب فاضل دیوبند زید مجدہم

۱۰......جانشین قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی ظہور حسین اظہر صاحب مدظلہم

۱۱......فاضل اجل حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی زید مجدہم

خادم اہل سنت۔ عبدالرحیم چار یاری

آئینہ مضامین

اظہار حقیقت

بندہ نہ خطیب، نہ ادیب، نہ علم، نہ عمل، نہ زہد، نہ تقویٰ۔ بس ایک ادنیٰ سا طالب علم ہونے کی حیثیت سے علماء اہل سنت کا کفش بردار اور خادم ہے۔ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ جن کی قیادت نے متاثر کیا، جن کی فکر نے وجد طاری کیا، جن کے درد نے تڑپایا، جن کے مشن نے دل کی دنیا کو ہلایا، جن کی دعوت نے میرے دل و دماغ کو معطر کیا، ان کی تالیف لطیف "بشارت الدارین بالصبر علی شهادت الحسین رضی اللہ عنہ" حضرت سلفی صاحب مدظلہ کی کاوشوں سے عرصہ دراز کے بعد منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کے آخری باب میں سنی اور شیعہ اختلافات کو دلائل قاہرہ سے ثابت کرنے کے بعد واضح کیا گیا کہ حقانیت اہل سنت والجماعت فی الحقیقت دین اسلام کی سچائی کا دوسرا نام ہے۔ جسے افادہ عوام کیلئے علیحدہ شائع کرنے کی جسارت صرف اور صرف اسی مقصد کیلئے ہے کہ اگر کوئی شخص راہ چلتے شریف اور نفیس آدمی پر کیچڑ کے چھینٹے ڈال دے اس کا صاف ستھرا، سفید اور بے داغ لباس کیچڑ آلود ہو جائے تو اس شریف آدمی کیلئے اخلاقی لحاظ سے یہ تو مناسب نہیں کہ اس کا جواب اسی انداز میں دے۔ مگر یہ تو اس کا حق ہے کہ اپنے کپڑوں کو کیچڑ کے چھینٹوں سے صاف کر لے۔

کچھ اس طرح کی سعی میں شب و روز مصروف فخر اہل سنت مولانا حافظ عبدالجبار سلفی مدظلہ، محقق العصر استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبدالرحمن ظفر دامت برکاتہم، ترجمان اہل سنت مولانا مفتی محمد اعظم ہاشمی زیدہ مجدہ، صدر سنی دارالافتاء جامعہ حنفیہ، شیخوپورہ روڈ فیصل آباد۔ خطیب اہل سنت مولانا عبدالرؤف نعمانی دام اقبالہ۔ اچھرہ لاہور کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مشکور اور ممنون ہوں کہ ان حضرات کی خصوصی معاونت سے حقیقی اسلام کے

صاف وشفاف، روشن اور چمکدار لباس پر شرک و بدعت، رفض وشیعت کے کیچڑ کو صاف کرنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے، اللہ رب العزت کامیابیوں سے ہمکنار کریں اور قبولیت تامہ وعامہ نصیب فرمائے۔

خادم اہل سنت۔عبدالرحیم چاریاری

مدیر جامعہ حنفیہ،امدادٹاؤن بالمقابل صدیق برادرز شیخوپورہ روڈ فیصل آباد

مقدمہ

اہل السنۃ والجماعت حق وصداقت کی حقیقی شاہراہ

از......فاضل نوجوان، محقق اہل سنت حضرت مولانا حافظ عبدالجبار سلفی صاحب مدظلہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ میری اُمت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، سب کے سب حوالہء دوزخ ہوں گے، سوائے ایک جماعت کے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نجات یافتہ جماعت کے متعلق وضاحت پوچھی تو ارشاد ہوا کہ جو میری سنت اور میرے صحابہ کا پیروکار ہوگا۔ وہ جنتی ہوگا۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔ تفترق امتی علی ثلاث و سبعین فرقہ، کلھم فی النار الاملة واحدة، قالو ما ھی یا رسول اللہ۔ قال ما انا علیه واصحابی۔ (الجامع السنن للترمذی، ابواب الایمان، باب افتراق ہذا الامۃ)

انہی معنوں میں ہم اہل سنت والجماعت ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت والے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت والوں کا ہی پچھلی چودہ صدیوں میں غلبہ رہا ہے اور آج بھی سواد اعظم یہی ہیں۔ اس اُمت کے فقہاء وعلماء کرام اور محدثین یہاں تک کہ صوفیاء عظام رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی نام پر ناز کرتے نظر آتے ہیں۔

حضرت سید علی بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہی پلکیں بچھا دیتے ہیں اور ایک جگہ تو انہیں اہل سنت والجماعت کا مقتداء کہتے ہیں۔

(۱)......آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جذبات ملاحظہ کیجئے۔

امام امامان ومقتدائے سنیاں، شرف فقہاء وعزّ علماء ابوحنیفہ نعمان بن ثابت،
(کشف المحجوب، ص ۷۳)

(۲)......حضرت خواجہ بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سلسلہ کے متوسلین کو کامیابی کی ضمانت دیا کرتے تھے۔ مگر وہ سلسلہ سے مراد کیا لیتے تھے۔ اُنہی سے سُنیے۔

"جو میرے سلسلہ میں شامل ہوں گے۔ وہ سب کے سب میری ضمانت میں ہیں اور سلسلہ سے مراد قرآن وسنت کی پیروی، اقوال مجتہدین، اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور اہل سنت والجماعت کی پیروی ہے۔" (خلاصۃ العارفین، ص ۱۱)

(۳)......امام منصور عبدالقادر بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں نقل کئے ہیں۔

"وَالثَّالِثَةُ وَالسَّبْعُوْنَ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَهِيَ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ۔" (حجۃ اللہ علی العارفین، ص ۳۹۷)

ترجمہ: تہتر واں فرقہ اہل سنت والجماعت کا ہے اور یہی نجات یافتہ فرقہ ہے۔

(۴)......امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سواد اعظم اہل سنت والجماعت کو کہتے ہیں۔ اَلْمُرَادُ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ هُمْ مَنْ كَانَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔ (میزان شریعت کبریٰ، ج ۱، ص ۵۸)

(۵)......وکیل احناف حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعینہ یہی بات لکھی ہے کہ

"سواد اعظم بڑی جماعت سے عبارت ہے اور اس سے مراد مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اَلسَّوَادِ الْاَعْظَمِ يُعَبَّرُ بِهٖ عَنِ الْجَمَاعَةِ الْكَثِيْرَةِ وَالْمُرَادُ مَا عَلَيْهِ اَكْثَرُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۲۴۹)

(۶)......حضرت شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکار سے اہل علم اور اہل تصوف کی

کتابیں بھری پڑی ہیں۔ انہوں نے اپنے استاد اور شیخ کی ایک وصیت ارشاد فرمائی ہے۔ پڑھیے!

''میں شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت میں مذہب اہل سنت والجماعت پر قائم ہوں، تم اس حیثیت سے مجھے شناخت کرو، اور دنیا و آخرت میں میرے اس نظریے پر شاہد رہنا، بس یہی میری وصیت ہے۔ وَلٰكِنِّيْ عَلٰى مَذْهَبِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَتِ شَرِيْعَةً وَ طَرِيْقَةً وَ مَعْرِفَةً وَ حَقِيْقَةً فَاعْرِفُوْنِيْ هٰكَذَا وَاشْهِدُوْا لِيْ بِهٰذَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَهٰذِهٖ وَصِيَّتِيْ۔ (روح البیان، ج ۵، ص ۱۰۱)

(۷)......شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں جا بجا اہل سنت والجماعت کی صداقت و حقانیت پر زور دیا ہے۔ نیز بدعات اور رسومات کی تردید کے ساتھ ساتھ مذہب اہل سنت اور فقہ حنفی کی ترویج و تشہیر کی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ ہندوستان میں فقہ حنفی سے پہلے کوئی فقہ نہ تھی، اور اہل سنت سے قبل نہ کوئی مذہب! بہت بعد میں شیعیت کا راستہ کھلا، آہستہ آہستہ سواد اعظم ٹکڑوں میں بٹتے چلے گئے اور یہ دھرتی مختلف ملغوبہ بن کر رہ گئی۔

(۸)......حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ یہاں کے لوگ عقیدہ ماتریدیہ (سُنیہ) کے علاوہ کسی اور کو جانتے تک نہ تھے اور فقہ حنفی کے علاوہ کسی فقہ کے نام تک سے نا آشنا تھے۔

لَا يَعْرِفُوْنَ اَنَّ فِي الْاَرْضِ عَقِيْدَةً غَيْرَ عَقِيْدَةِ الْمَاتُرِيْدِيْهِ اوفقہاء غیر فقہ الحنفیۃ، (المقدمۃ السنیۃ، ص ۴۸، مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ، لاہور)

(۹)......خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ جنہیں ''طوطی ہند'' کہا جاتا ہے، کے فارسی اشعار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں درج کئے ہیں۔ اس نظم کے آخری مصرعہ میں وہ

فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے دریاؤں کی مچھلیاں بھی سُنی عقیدہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

زہے ملک مسلمان خیز و دین جوئے
کہ ماہی نیز سُنی خیزد از جوئے

(ردروافض،ص۹)

غرض یہ کہ اہل سنت، سنتوں کو ماننے اور عمل کرنے والوں کو کہا جاتا ہے، کہا جا سکتا ہے کہ ہم اہل حدیث کیوں نہیں کہلاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''اہل سنت'' نام خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا ہے۔ ہر سُنت قابل عمل ہوتی ہے، مگر ہر حدیث قابل عمل نہیں ہوتی۔ حدیث کبھی ضعیف بھی ہوتی ہے یا اس کا شمار موضوعات میں بھی ہو جاتا ہے، مگر سُنت سدا معتبر ہوتی ہے۔ اس لئے بارگاہ نبوت سے ''علیکم بحدیثی'' کی بجائے، ''علیکم بسنتی'' کا بازگشت سنائی دیتی ہے۔ سنت کا اثبات عملی تواتر سے ہوتا ہے اور احادیث کا اسناد سے۔ بلکہ جب فتنوں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی نظر آئی تو محدثین نے راویوں کو بھی اہل سنت کے ترازو میں تول کر فیصلہ کیا، مثلاً، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، مقدمہ کتاب میں امام محمد بن سیرین (معروف تابعی) سے بسند خود روایت کرتے ہیں کہ

''پہلے اسناد کے تعلق سے تفتیش نہیں ہوتی تھی، لیکن جب فتنہ برپا ہو گیا تو روایت کرتے وقت لوگ کہتے ہمیں اپنے راویوں کے متعلق بتاؤ اب اگر راوی اہل سنت والجماعت دیکھتے تو قبول کر لیتے وار اہل بدعت دیکھتے تو روایت قبول نہ کرتے۔

لَمْ يَكُوْنُوْا يَسْئَلُوْنَ عَنِ الْاِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ وَيَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ۔ (مقدمہ صحیح مسلم،ص۱۱)

آج اُمت ٹکڑوں میں بٹ چکی ہے۔ دراڑیں ہی دراڑیں، نفرت ہی نفرت اور

تعصب و عداوت کے سائے گہرے ہوتے جارہے ہیں، ضرورت ہے کہ اہل سنت والجماعت کے مفہوم سے اُمت کو آشنا کروایا جائے۔ عوام الناس دین کے بنیادی، احکامات اور اصولی عقائد سے ناواقف ہیں۔ انہیں اہل علم کی دقیق اور پیچیدہ ابحاث سے بے خبر رکھنے میں ہی خیر ہے۔ اُنہیں صرف بنیادی باتیں از بر کرائی جائیں اور وہ بڑے فتنے جو اُصولی راہوں میں اہل سنت سے مختلف ہوگئے، اُن سے باخبر رکھ کر ''صراط مستقیم'' پر گامزن کرنے کی بھاگ دوڑ کی جائے۔ ہمارے بزرگ قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی فتنوں کے تعاقب میں گذاری، آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت والجماعت کے داخلی اختلافات اور انتشار سے ہمیشہ دل گرفتہ رہے۔ یہی درد آپ کی تقریروں میں بھی ہوتا اور تحریروں میں بھی، ماتم کی شرعی، اخلاقی اور سماجی حیثیت کے عنوان پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ضخیم کتاب ''بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسین رضی اللہ عنہ'' لکھی تھی۔ جو آج سے تقریباً چالیس سال پہلے طبع ہوئی تھی۔ اب دوبارہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے راقم الحروف کے مقدمہ کے ساتھ ادارہ مظہر التحقیق لاہور نے اس کی اعلیٰ طباعت کردی ہے۔ اس علمی و تحقیقی کتاب کے آخری باب میں اہل سنت کی تعریف و تفہیم اور اہل بدعت کی تردید مدلل اور عام فہم انداز میں کی گئی ہے۔ تحریک خدام اہل سنت والجماعت فیصل آباد کے دیرینہ ہمدرد اور ہمارے مخلص دوست مولانا عبدالرحیم چار یاری مدظلہ کے جی میں آیا کہ اس کتاب کے آخری باب کو علیحدہ کتابی صورت میں شائع کر کے عوام الناس کی ذہنی رسائی کی سبیل پیدا کی جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے باقاعدہ مشاورت کی اور طے ہونے کے بعد اس کی طباعت کا انتظام ''سُنّی تحریک الطلبہ فیصل آباد'' کے تعاون سے کر دیا۔ اس مضمون میں بعض الفاظ جو بشارت الدارین سے تسلسل اور ربط لئے ہوئے تھے، انہیں حذف کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین ذہنی

خلجان میں مبتلا نہ ہوں۔ تفصیلی مطالعہ کے شائقین بشارت الدارین کا مطالعہ فرمائیں۔ جو اب خوبصورت انداز میں موجود ہے۔ اراکین ''سنی تحریک الطلبہ'' نے اس پر مقدمہ تحریر کرنے کا راقم الحروف کو حکم دیا تو تعمیل حکم میں یہ چند سطور حوالہ قرطاس کر دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلاف، اہلسنت کے علمی ورثہ کو سنبھالنے کی توفیق دے۔ تادم آخر ایمان کامل اور راہ ہدایت پر قائم رکھے اور کتاب وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

عبدالجبار سلفی عفی عنہ ۵ نومبر ۲۰۱۲ء

خطیب جامع مسجد حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

ایل بلاک، سبزہ زار سکیم، ملتان روڈ، لاہور ادارہ مظہر التحقیق، لاہور

ہم کہیں گے حالِ دل......؟

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اتباعہ اجمعین۔ امابعد

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان قدرے تلخیص کے ساتھ، از مقدمہ آفتاب ہدایت

"برادران اسلام! حق تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے سلسلہ نبوت قائم فرمایا۔ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی اُمت کی اصلاح فرمائی۔ منکرات کے مٹانے اور نیکیوں کے پھیلانے میں اپنی قوتیں صرف کر دیں تا آنکہ پیغمبر آخرالزمان سرور کون ومکان حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملک عرب میں مبعوث ہوئے۔ جو اس وقت ہر قسم کی گمراہیوں کا مرکز تھا۔ آفتاب نبوت کی شعاعیں شرق وغرب تک پھیلیں اور انسانی قلوب کو روشن کر گئیں۔ انوار نبوت کے فیض سے ان تیرہ دل اور درندہ خصلت انسانوں میں ملکوتی صفات پیدا ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تئیس سالہ زمانہ تبلیغ میں ہزار ہا مسلمانوں کی ایک ایسی مقدس جماعت منظم کر لی، جس کا ہر فرد محبت الٰہی میں سرشار اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی عزیز جان قربان کرنے کو تیار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اطاعت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ بلند مقام حاصل کیا، جس کی نظیر امم عالم میں نہیں مل سکتی۔ جب قدوسیوں کی یہ جماعت ہر طرح کامل ومکمل ہو گئی تو منصب نبوت کی تکمیل کے بعد خداوند عالم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس بلا لیا، اور اُمت کی باگ اکملین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالہ ہوئی۔ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے فضائل وکمالات کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ برحق تسلیم کیا۔ آپ کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، خلیفہ رابع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بالترتیب خلیفۃ المسلمین بنائے گئے اور یہ

ترتیب خلافت حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس مقدس جماعت کے ہاتھوں اسلام عملاً تمام ادیان پر غالب آ گیا۔ توحید وسنت کے انوار ہر جگہ پھیل گئے۔ قیصر و کسریٰ جیسے باجبروت سلاطین کی عظمتیں خاک میں مل گئیں۔ یہ سب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض صحبت کے اثرات تھے اور حق یہ ہے کہ ہر صحابی کا وجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ایک مستقل معجزہ ہے۔ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ

اسلام کے مقابلہ میں مفسدین اُمت کا فتنہ

حق تعالیٰ نے کائنات میں اضداد کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے۔ نور وظلمت، کفر و ایمان، جہل وعلم، خیر وشر، ہدایت وضلالت، اصلاح وفساد، توحید وشرک سب اضداد میں سے ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ کی تکوینی حکمت بالغہ کے ماتحت ہمیشہ دونوں کا وجود رہا ہے۔

در کار خانۂ عشق کفر ناگزیر است
آتش کرا بسوزد بولہب نباشد

ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر ظلمت نہ ہو تو نور کی قدر نہ رہے۔ جہل نہ ہو تو علم کی قدردانی کون کرے؟ وَبِضِدِّھَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَآء

داعیان حق کے مقابلہ میں ہمیشہ مفسدین امت موجود رہے ہیں۔ کچھ ایسے نام نہاد مدعیان اسلام پیدا ہوئے جنہوں نے نہ صرف اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومحاسن کا انکار کیا بلکہ بڑی شدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ان قدسی صفات بندوں پر کفر ونفاق کا الزام لگایا اور یہاں تک کہہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سب مہاجرین و انصار مرتد ہو گئے۔ سوائے معدودے چند حضرات ایمان پر مستقیم رہے۔ ان لوگوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت بلافصل کے مستحق صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اقتدار کے ذریعہ ان سے

خلافت چھین لی''۔جس کی بناء پر انہیں ''نظریہ امامت'' اختراع کرنا پڑا۔ یہی ''نظریہ امامت'' سنی اور شیعہ اختلافات کی اصل بنیاد ہے جس کی قدرے تفصیل حاضر خدمت ہے۔

سُنی اور شیعہ اختلاف کا نقطہءِ آغاز

غیور باشعور سنی مسلمان بھائیو! اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات شیخین کے مقدس دور میں اُمت محمدیہ میں کسی قسم کا نظریاتی اختلاف پایا گیا۔ البتہ اس اختلاف کا آغاز سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے چند ساتھیوں کی تحریک پر شیعہ عقائد ونظریات کی مصنوعی عمارت کھڑی کی گئی۔

اسلامی فوج کی حیرت انگیز فتوحات اور مجاہدین کی زبردست یلغار کا رخ موڑنے کے لئے اور مسلمانوں کے اتحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے ''حُب علیؓ'' کے خوشنما لیبل میں باطل گمراہ کن عقائد ونظریات کو لپیٹ کر مرکز اسلام کو مسمار کرنا چاہا۔ حفاظت دین کا عہد چونکہ اللہ رب العزت نے خود اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اس لئے ذریت یہودیت اسلام کا نقشہ مٹانے میں کامیابی سے ہم کنار نہ ہوسکی۔

شیعہ مذہب کے بانی عبداللہ بن سبا کی مختصر کہانی

عبداللہ بن سبا کی اسلام مخالف چالبازی اور تحریک کو بنظر غائر دیکھا جائے تو مسلمانوں میں انتشار و افتراق کا بیج بونے میں پیش پیش معلوم ہوتا ہے۔ جس نے دین اسلام کے خلاف دو محاذ قائم کردیئے۔ ایک سیاسی اور دوسرا مذہبی جس کے بارے میں تنظیم اہل سنت پاکستان کے عظیم رہنماء مشہور عالم دین مولانا سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب ''کشف الحقائق'' میں رقمطراز ہیں۔

''سیاسی محاذ اس طرح قائم کیا کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے امراء وعمال (گورنروں) کے خلاف جھوٹا اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کر کے عوام کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت وعداوت کے جذبات اس حد تک مستقل کئے کہ انہیں معزول کر دیا جائے۔ نظام مملکت کے اس اضمحلال کے بعد اسلامی سلطنت کمزور ہو جائے گی۔ مسلمانوں میں باہمی انتشار وتفرقہ پیدا ہو گیا۔ مذہبی محاذ اس طرح قائم کیا کہ سیدھے سادھے دین فطرت کے صاف اور واضح عقیدوں میں تبدیلی پیدا کی جائے۔ توحید ورسالت پر حملہ کیا جائے۔ اسلام کے بنیادی حقائق کو مسخ کر کے عوام کو گمراہ کیا جائے۔ اس طرح مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے اور ان میں اعتقاد وتفرقہ ڈال کر فرقہ بندیوں کا بیج بویا جائے تا کہ یہ علیحدہ علیحدہ فرقوں اور گروہوں میں بٹ جائیں۔'' (کشف الحقائق، ص ۲۷)

نامور مورخ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''عبداللہ بن سبا صنعاء (یمن) کا رہنے والا ایک یہودی تھا۔ اس کی ماں حبشن تھی۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (بظاہر) اسلام لایا۔ پھر مسلمانوں کے شہروں میں گھوم پھر کر ان کو گمراہ کرنے لگا۔..................... اس نے رجعت کا عقیدہ گھڑا، پھر اس نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں۔ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کو نہ مانا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وصی رسول پر غالب آ کر اُمت مسلمہ کی باگ روڈ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا..................... تم اس معاملہ میں اقدام کرو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت سے ہٹا دو''۔ (طبری، ج ۳، ص ۳۷۸)

ملا باقر مجلسی علامہ طبرسی لکھتے ہیں۔

''بعض اہل علم نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا، پس اسلام لے آیا اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ''ولایت'' کا قائل ہوا..................یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے یہ مشہور کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا قائل ہونا فرض ہے۔ اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں (خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم) پر اعلانیہ تبرا کیا اور انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کو واشگاف کیا اور ان کو کافر کہا۔ یہیں سے وہ لوگ جو شیعہ کے مخالف ہیں یہ لکھتے ہیں کہ تشیع اور رافضیت، یہودیت کا چربہ ہے۔ (بحار الانوار، ص ۲۸۷)

شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''شیعہ جو اہل سنت کے خلاف امام کے معصوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ دراصل ایک منافق اور زندیق کا اختراع ہے۔ چنانچہ بہت سے اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے رفض کو ایجاد کیا اور جو سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت و عصمت کا قائل ہوا، وہ ایک منافق زندیق عبداللہ بن سبا تھا، جس نے دین اسلام کو بگاڑنا چاہا اور اس نے مسلمانوں سے وہی کھیل کھیلنا چاہا جو پولوس پادری نے نصاریٰ سے کھیلا تھا، لیکن اس کے لئے وہ کچھ ممکن نہ ہوا جو پولوس پادری کے لئے ممکن ہوا، کیونکہ نصاریٰ میں دین بھی کمزور تھا اور عقل کی بھی کمی تھی..................اور امت مسلمہ، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہی۔ اس لئے کسی ملحد اور کسی بدعت ایجاد کرنے والے کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ اس امت کو غلو کی راہ پر ڈال دے اور حق پر غلبہ حاصل کرلے۔ (منہاج السنۃ، ج ۳، ص ۲۶۱)

حضرت علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ ''الملل والنحل'' میں لکھتے ہیں

''فرقہ سبائیہ، عبداللہ بن سبا کے پیرو کہلاتے ہیں، جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ آپ، آپ ہیں یعنی آپ خدا ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو مدائن کی طرف

جلاوطن کردیا تھا، کہتے ہیں یہ یہودی تھا.............حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس عقیدے کا اظہار کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا قائل ہونا فرض ہے۔ (الملل والنحل، ج ۲، ص ۱۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لسان المیز ان میں لکھتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں سوید بن غفلہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پس آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں کچھ لوگوں کے پاس سے گذرا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو برائی سے یاد کررہے تھے، ان کی رائے میں یہ ہے کہ آپ بھی ان دونوں (ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ) کے بارے میں یہی بات اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں۔ اس گروہ میں سے ایک عبداللہ بن سبا ہے اور عبداللہ بن سبا سب سے پہلا شخص تھا، جس نے اس کا (عداوت ابوبکر وعمر کا) اظہار کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میری بات سن کر فرمایا مجھے اس کالے خبیث (عبداللہ بن سبا) سے کیا تعلق؟ پھر فرمایا کہ اللہ کی پناہ میں شیخین کے بارے میں بھلائی اور خوبی کے سوا اور بات اپنے دل میں چھپاؤں۔ پھر آپ نے عبداللہ بن سبا کو بلا بھیجا، پس اس کو مدائن کی طرف چلتا کیا اور فرمایا، یہ میرے ساتھ ایک شہر میں نہیں رہ سکتا۔ پھر اُٹھ کر منبر پر تشریف لے گئے، یہاں تک کہ لوگ جمع ہو گئے، یہاں راوی نے طویل قصہ ذکر کیا ہے، جس میں شیخین رضی اللہ عنہما کی مدح وثناء کی، اس کے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے۔

سُن رکھو! جس شخص کے بارے میں بھی مجھے یہ خبر پہنچی کہ وہ شیخین پر مجھے فضیلت دیتا ہے میں اس پر بہتان لگانے والے کی حد (۸۰ درے) جاری کروں گا۔

عبداللہ بن سبا کے حالات تواریخ میں مشہور ہیں اور الحمد للہ کہ اس کی کوئی روایت صحیح نہیں، اس کے کچھ پیروکار ہیں جن کو ''سبائیہ'' کہا جاتا ہے، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کو آگ میں جلا دیا تھا۔

(لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۹۰)

حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

اللہ کی لعنت ہو اس پر جو ہم پر جھوٹ باندھے، میں عبداللہ بن سبا کو یاد کرتا ہوں تو میرے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اس نے بہت بڑی بات کا دعویٰ کیا تھا، اس کو کیا ہو گیا تھا، اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو، (بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۲۸۶)

حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان عالی شان

''عبداللہ بن سبا نبوت کا دعویٰ رکھتا تھا اور کہتا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ سے بالا تر ہیں، امیر المومنین علیہ السلام کو اس کی یہ بات پہنچی تو اسے بلا بھیجا، اس سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا اور کہا کہ ہاں، آپ وہی ہیں، میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آپ اللہ ہیں اور میں نبی ہوں۔ (ایضاً)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''عبداللہ بن سبا پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ اس نے امیر المومنین کے بارے میں ربوبیت کا دعویٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! امیر المومنین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرمان بردار بندے تھے۔ ہلاکت ہو اس کے لئے جو ہم پر جھوٹ باندھے، کچھ لوگ ہمارے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں جو ہم خود اپنے بارے میں نہیں کہتے۔ ہم اللہ کے سامنے ان لوگوں سے برات کا اظہار کرتے ہیں دو مرتبہ فرمایا۔ (ایضاً)

عقیدہ امامت کا پرچارک عبداللہ بن سبا یہودی تھا

عقیدہ امامت، ولایت اور وصایت کا سب سے اظہار کرنے والا عبداللہ بن سبا

یہودی تھا۔شیعہ مذہب کی مشہور کتب ''تنقیح المقال'' اور ''بحار الانوار'' میں درج ہے کہ ''عبداللہ بن سبا سے پہلے لوگ تقیہ سے کام لیتے تھے................لیکن اس نے تقیہ چھوڑ دیا اور ان باتوں کو اعلانیہ ذکر کرنا شروع کر دیا تھا۔مخالفین امامت کو کافر کہنا بھی اس کی خصوصیات میں سے ہے۔اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (ایضاً،ص ۲۸۷)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''جب خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں یہود ونصاریٰ، مجوسی اور بت پرست کافروں کے ممالک بہ عنایت خداوندی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے ہاتھوں فتح ہوئے۔کفار کو قتل کرنے، ان کے اموال کو غنیمت بنانے اور انہیں قید کرنے کا اتفاق ہوا اور ان کافروں کو کمال درجے کی ذلت وعار لاحق ہوئی.....تو ناچار خلیفہ ثالث کے دور میں انہوں نے ایک نیا حیلہ اختیار کیا اور مکر وفریب کی مضبوط رسی کو مضبوط تھاما۔لہٰذا ان کی ایک بڑی جماعت نے (ظاہری طور پر) اسلام کا کلمہ پڑھ لیا اور اپنے آپ کو مسلمانوں کی فہرست میں داخل کر دیا اور مسلمانوں میں گھس کر نور اسلام کے بجھانے اور مسلمانوں کی جماعت میں فتنہ و فساد اور بغض وعناد ڈالنے کے در پے ہوئے۔اور اس مقصد کے لئے حیلہ و تدبیر کرنے لگے.....اس سازشی ٹولے کا سربراہ عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی تھا۔جس نے برسوں تک یہودیت میں تلبیس واضلال کا جھنڈا بلند کیا تھا.....اس نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔سب سے زیادہ قریبی، وصی، برادر اور داماد ہیں.....لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جبر ومکر سے پیغمبر کی وصیت کو ضائع کر دیا، انہوں نے خدا اور رسول کی اطاعت نہیں کی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق کو غصب کیا اور سب کے سب طمع دنیا کی خاطر دین سے برگشتہ ہو گئے.....حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے لشکریوں میں خلفائے ثلاثہ پر سب وطعن کا سلسلہ جاری ہو گیا.....یہاں تک کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے

برسرمنبر خطبے ارشاد فرمائے اور اس جماعت (رافضیہ زندیقہ) سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ اور کچھ لوگوں کو وعید سنائی اور ان پر حد لگانے کی دھمکی دی...... ان لوگوں کو ابن سبا کے ساتھ بلا کر آگ میں جلانے کی دھمکی دی، ان سے توبہ کرائی، اس کے بعد انہیں مدائن کی طرف جلا وطن کر دیا...... پس علی الاطلاق رافضیوں کے تمام فرقوں کا مقتدا ٹھہرا ہے اور کہ یہ آئین خباثت (یعنی رافضی) ابلیس لعین کے سینے سے لے کر اہل زمین کے دلوں میں اسی کا لایا ہوا ہے...... درحقیقت تمام شیعہ اسی کے شاگرد ہیں اور اس کے چشمہ فیض سے مستفیض ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تمام فرقوں میں یہودیت کے معنی صاف نظر آتے ہیں اور یہودیانہ اخلاق ان میں مخفی اور پوشیدہ ہیں۔ مثلاً جھوٹ، افتراء، بہتان، تبرا، گالیاں، صحابہ کرام پر طعن و تشنیع، کلام اللہ اور کلام رسول کو غیر محل پر ڈالنا، اہل حق کی عداوت دل میں چھپانا، خوف اور طمع کے طور پر چاپلوسی کا اظہار کرنا، نفاق کو پیشہ بنانا، تقیہ کو ارکان دین میں شمار کرنا، بناوٹی رقعے اور جعلی خطوط تصنیف کرنا اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ کرام کی طرف منسوب کرنا، اپنی دنیوی اغراض فاسدہ کی خاطر حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنا اور یہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے "بہت میں سے تھوڑا" اور ڈھیر میں سے ایک نمونہ ہے۔ اگر کسی کو تفصیلی (معلومات حاصل کرنا) منظور ہو تو اُسے چاہیے کہ سورۂ بقرۃ سے سورۂ انفال تک کا غور و فکر سے مطالعہ کرے اور یہودیوں کے تذکرے جو اِن کی صفات اور ان کے اعمال واخلاق ذکر کئے گئے ہیں ان کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھے، پھر اس فرقہ کی صفات اور اعمال و اخلاق کا یہودیوں کی صفات کے ساتھ موازنہ کرے، یقین ہے کہ اس بات کی سچائی کا یقین اس کے دل میں اتر جائے گا۔ اور بے ساختہ "طابق النحل بالنعل" کا فقرہ اس کی زبان سے نکلے گا، یعنی دونوں ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں جیسے ایک جوڑے کا جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے۔

(تحفہ اثناء عشریہ، ص ۹۷)

عقیدہ امامت سنی شیعہ اختلاف کی اصل بنیاد ہے

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد اُمت کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کی سربراہی وقیادت میں حسب وعدہ الٰہی خلافت راشدہ کی نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی، جبکہ شیعہ مذہب کی ابتداء حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول ماننے سے ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ وصی تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی وصیت سے انحراف کر کے خلافت، نیابت اور اُمت کی امامت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر ڈال دیا۔ صد افسوس کہ اُمت پھر بھی اُن کی امامت پر جمع نہ ہو سکی۔

شیعہ کا خود ساختہ مصنوعی اور اختراعی عقیدہ امامت

شیعہ کے نزدیک جس طرح نبی و رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر اور نامزد ہوتے ہیں۔ (اُمت یا قوم ان کا انتخاب نہیں کرتی) اسی طرح نبی کے بعد ان کے جانشین، خلیفہ اور امام بھی اللہ ہی کی طرف سے منتخب، معصوم عن الخطاء اور ان کی اطاعت اُمت پر فرض ہوتی ہے ان کا درجہ رسول اکرم ﷺ کے برابر اور دیگر تمام نبیوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ امت کے دینی، دنیوی سربراہ، حاکم بلکہ ساری دنیا پر حکومت کرنا صرف انہی کا حق ہے۔ ان کے علاوہ جو بھی حکومت کرے وہ غاصب، ظالم اور طاغوت ہے (خواہ قرن اول کے ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) ہوں یا ان کے بعد والے زمانہ کے خلفاء، سلاطین ہوں۔ (معاذ اللہ) (یہ شیعہ کا خود ساختہ اور مصنوعی عقیدہ ہے) اس بنیادی عقیدہ امامت کی وجہ سے جس طرح نبی پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا شرط نجات ہے اسی طرح اماموں کی امامت کو تسلیم کرنا امر من اللہ ماننا بھی نجات کی شرط ہے۔ مذہب شیعہ کا بھی عقیدہ ہے کہ عقیدہٗ

امامت، توحید، رسالت اور عقیدہ آخرت کی طرح اس بنیادی عقیدہ کو نہ ماننے والے غیر مومن، غیر ناجی اور جہنمی ہیں۔

۱۲۔اماموں کا مختصر تعارف

۱:۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔عمر مبارک۔۶۳ سال۔شہادت ۴۰ ھ۔مدفن کوفہ

۲:۔حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ۔عمر مبارک۔۴۷ سال۔وفات ۴۹ ھ۔مدفن مدینہ شریف

۳:۔حضرت حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ عمر مبارک ۵۷ سال۔شہادت ۶۱ ھ۔مدفن کربلا معلیٰ

۴:۔ حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ، عمر مبارک ۵۷ سال وفات ۹۵ ھ۔مدفن مدینہ منورہ

۵:۔ حضرت باقر بن امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ، عمر مبارک ۵۷ سال وفات ۱۱۴ ھ مدفن مدینہ منورہ

۶:۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ، عمر مبارک ۶۵ سال وفات ۱۴۷ ھ، مدفن مدینہ منورہ

۷:۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ عمر مبارک ۵۵ سال وفات ۱۸۳ ھ مدفن بغداد

۸:۔ حضرت امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ عمر مبارک ۵۵ سال، وفات ۲۰۳ ھ، مدفن طوس

۹:۔ حضرت امام نقی رحمۃ اللہ علیہ عمر مبارک ۲۵ سال، وفات ۲۲۰ ھ، مدفن بغداد

۱۰:۔حضرت امام تقی رحمۃ اللہ علیہ عمر مبارک ۴۲ سال وفات ۲۶۰ ھ مدفن ایران

۱۱:۔ امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ عمر مبارک ۲۸ سال، وفات ۲۶۰ ھ مدفن عراق

۱۲:۔حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ عمر مبارک ۴ / ۵ سال، کی عمر میں سینکڑوں سال سے غار سُر من رائی کے مقام پر (بقول شیعہ) حیات ہیں۔

۱۳ شیعہ مومنین مخلصین کے انتظار میں ہیں۔شیعہ حضرات ان کو یا قائم آل محمد، یا امام المنتظر یا صاحب الزمان ادر کنی کی صدا سے پکارتے ہیں اور یہ دعا اکثر اوقات میں

پڑھتے رہتے ہیں "اللھم عجل له فرجه" ترجمہ: اللہ ظہور امام جلدی فرما۔

عقیدۂ امامت پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا گیا۔

شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ عقیدہ امامت پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ عہد لیا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا اقرار کریں۔ تقریباً شیعہ کی تمام تفاسیر سمیت ملا باقر مجلسی کی کتاب "بحار الانوار" کے باب "تفضیلھم علی الانبیاء" میں کنز الفوائد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ "امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ آل عمران کی آیت ۴۷ تلاوت فرمائی اور اس کی تفسیر یہ فرمائی کہ "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ" سے مراد یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو حکم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور "وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کریں۔ امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا عہد لیا۔ (بحار الانوار، ج ۶ ص ۲۰۷)

اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اس کی زمین آئمہ معصومین سے خالی نہ ہو

شیعہ کے مشہور مجتہد شیخ حلی اپنی کتاب منہاج الکرامۃ میں اسی عقیدے کو اپنے مذہب کی اصل بنیاد میں توحید، عدل اور نبوت کو بھی عقیدۂ امامت ہی کی تمہید قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں

"چونکہ خدا عادل و حکیم ہے، لطف اس کے ذمہ لازم و ضروری ہے اور بندوں کے حقوق میں جو چیز انفع و اصلح ہو وہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، لہٰذا ناممکن تھا کہ خدا تعالیٰ کی زمین معصوموں سے خالی ہوتی نہ ظلم و جور لازم آتا اور خدا غیر عادل ٹھہرتا، لامحالہ اللہ تعالیٰ کو سلسلہ نبوت جاری کرنا پڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چونکہ نبوت کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ لامحالہ اللہ تعالیٰ کو سلسلہ امامت کا جاری کرنا ناگزیر ہوا۔" (منہاج السنۃ، ج ۱ ص ۳۰)

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

جس عقیدہ کے سوا خدا تعالیٰ بھی (نعوذ باللہ) عدل ولطف سے محروم ہوجائے، جس عقیدہ کا تمام نبیوں، رسولوں، فرشتوں اور انسانوں سے عہد لے کر اسی ایک عقیدے کا مکلف بنایا جائے وہ شیعہ مذہب کی اصل بنیاد ہوگی یا نہیں؟

جس عقیدے میں کلمہ، نماز، قرآن، جنازہ، حج، زکوٰۃ، وضو، مہد سے لے کر لحد تک تمام اصول وفروع، عقائد ونظریات، اعمال وافعال، بالکل مختلف اور الگ تھلگ وضع کر لئے گئے ہوں اگر اس اختلاف وافتراق کا مرکز، مصدر منبع کو بنظر غائر دیکھا جائے تو صرف ''نظریہ امامت'' کے سوا کچھ بھی نہیں۔

سُنی شیعہ کے عقائد تمام الگ دین و ایماں کے سب احکام
قرآن و سنت سے جو منہ کو موڑے ہے ابن سبا ان کا بے شک امام

نظریہء امامت کا اظہار دراصل ختم نبوت کا انکار ہے

جو مرتبہ اور مقام صاحب شریعت کو میسر ہے، وہی مرتبہ اور مقام شیعہ کے ہاں ''امام'' کو حاصل ہے۔ شیعہ حضرات ''امام'' کی صفات اور اوصاف میں اس طرح ہیں کہ جیسے ''امام'' نبی کے ہم منصب اور ہم مرتبہ ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایسے نظریات کو ماننا جو کمالات نبوت کے ''ہم مرتبہ نبی'' کے ہوں فی الحقیقت عقیدۂ ختم نبوت کے منافی ہے۔ جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ شیعہ لفظاً ختم نبوت کے اقراری اور معناً انکاری ہیں۔

یہاں پر شیعہ حضرات کی مستند کتب کے چند حوالہ جات نظریہ امامت کے متعلق پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا نظریہ: امام نبیوں کی طرح معصوم (گناہوں سے) پاک ہوتے ہیں

اصول کافی، کتاب الحجہ "باب نادر جامع فی فصل الامام وصفاتہ"

امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک خطبہ میں اماموں کے فضائل وخصائص بیان کرتے ہوئے۔

ا:۔ارشاد فرماتے ہیں کہ "الامام المطهر من الذنوب والمبرء عن العیوب" ترجمہ امام گناہوں سے پاک اور عیوب سے مبرا ہوتے ہیں۔

(اصول کافی، ج ا،ص ۲۰۰)

۲:۔مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ "پس وہ معصوم ہیں" اس کو تائید وتوفیق حاصل ہے اور اُسے سیدھی راہ پر رکھا جاتا ہے اور وہ غلطی اور لغزش سے امن میں ہے۔" اللہ تعالیٰ اس کو یہ خصوصیت اس لئے عطا فرماتے ہیں کہ اس کے بندوں پر حجت ہو۔ (ایضاً)

۳:۔ملا باقر مجلسی کی "بحار الانوار" کتاب الامامہ میں ایک باب کا عنوان ہے۔

"عصمتهم ولزوم عصمة الامام علیهم السلام"

ترجمہ: امام معصوم ہوتے ہیں اور امام کو عصمت لازم ہے۔

۴:۔امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"انبیاء اور اولیاء پر گناہ نہیں ہوتے کیونکہ وہ معصوم اور پاک ہیں۔

(بحار الانوار، ج ۲۵،ص ۱۹۹)

۵:۔اسی باب میں مجلسی لکھتے ہیں۔جاننا چاہیے کہ امامیہ اس متفق ہیں کہ امام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔لہٰذا ان سے اصلاً کوئی گناہ نہیں ہوسکتا، نہ قصداً، نہ بھول کر، نہ تاویل میں غلطی کی وجہ سے، نہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو بھلا دینے کی وجہ سے۔ (بحار الانوار، ج ۲۵،ص ۲۰۹)

۶:۔مزید لکھتے ہیں کہ "انبیاء ورسل اور آئمہ کے بارہ میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ

معصوم اور ہر گندگی سے پاک ہوتے ہیں اور ان سے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ سرزد نہیں ہوسکتا۔
(ایضاً، بحوالہ شیعہ سُنی اختلاف اور صراط مستقیم)

دوسرا نظریہ: ''امام'' نبیوں کی طرح منصوص من اللہ ہوتے ہیں

۷:۔امامیہ کا یہ عقیدہ بھی ہر شیعہ کو سورۂ فاتحہ کی طرح یاد ہے، اصول کافی کتاب الحجہ میں ایک باب کا عنوان ہی کچھ اس طرح ہے ''ما نص الله عزوجل و رسوله على الأئمة عليهم السلام واحدًا فواحدًا''

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اماموں پر یکے بعد دیگرا یک ایک پر نص فرمائی ہے۔'' (اصول کافی، ص ۲۹۲)

۸:۔امام علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا فرمان: ہم میں سے امام صرف معصوم ہوسکتا ہے............پس امام کا منصوص ہونا ضروری ہوا۔ (بحار الانوار، ج ا، ص ۱۹۴)

تیسرا نظریہ: نبیوں کی طرح اماموں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور ان کا انکار کرنا کفر ہے۔

۹:۔جو شخصیت اللہ جل شانہ کی جانب سے منصوص و مبعوث ہو، ظاہر ہے کہ اس پر ایمان لانا فرض ہوگا اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ چنانچہ امامیہ کا یہی عقیدہ ہے کہ جس طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانا فرض ہے اور کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح بارہ اماموں پر بھی ایمان لانا فرض ہے اور انکار کفر ہے ''امامیہ کا اتفاق ہے کہ جو شخص آئمہ میں سے کسی امام کی امامت کا منکر ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کی جو اطاعت فرض کی ہے اس کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے، گمراہ ہے، دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے۔''

(بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۳۹۹، ایضاً)

۱۰:۔شیخ مفید کتاب المسائل میں مزید لکھتے ہیں کہ ''امامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تمام اہل بدعت کافر ہیں، امام پر لازم ہے کہ اگر وہ قابو میں آجائیں تو ان کو دعوت دے اور ان پر حجت قائم کرنے کے بعد ان سے توبہ کراوئے۔ اگر وہ اپنی بدعت سے توبہ کرلیں اور راہ راست پر آجائیں تو ٹھیک ورنہ ان کو ایمان سے مرتد ہونے کی بناء پر قتل کردے اور یہ کہ جو عقیدہ امامت کو چھوڑ کر مرے گا وہ جہنمی ہے۔'' (ایضاً)

چوتھا نظریہ: اماموں کی غیر مشروط اطاعت بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح فرض ہے

جس طرح مسلمانوں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت فرض ہے۔ بالکل اسی طرح شیعہ کے نزدیک بارہ اماموں کی غیر مشروط اطاعت فرض اور اس سے انحراف کفر ہے۔ اصول کافی میں ایک باب کا عنوان ''باب فرض طاعة الائمة''

۱۱:۔ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرض ہونے کا بیان، امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ''میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت علی بن حسین، اور حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہم یہ سب مفترض الطاعۃ ہیں (ان کی اطاعت فرض ہے۔ (اصول کافی، ج۱، ص۱۸۶)

۱۲:۔امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اور رسولوں کے درمیان اطاعت میں شراکت رکھی ہے۔ (ایضاً)

۱۳:۔نیز فرماتے ہیں کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت فرض کی ہے۔ لوگوں کو ہماری معرفت کے بغیر چارہ نہیں۔ اور ہم کو نہ جاننے کے بارے میں لوگ معذور نہیں، جس نے ہم کو پہچانا وہ مومن اور جو ہم سے منکر ہوا وہ کافر اور جس نے ہمارا حق

نہ پہچانا اور منکر بھی نہ ہوا اور وہ گمراہ، یہاں تک کہ اس ہدایت کی طرف لوٹ آئے جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے۔ (الخ، ایضاً)

پانچواں نظریہ: نبیوں کی طرح اماموں کے بھی معجزات

جس طرح اللہ تعالیٰ دلیل نبوت کے طور پر نبیوں کو معجزات عطا کرتے ہیں، شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بالکل اسی طرح اماموں کو بھی معجزات دیئے گئے ہیں۔

۱۴:۔ ''آئمہ مردوں کو زندہ کرنے، مادرزاد اندھے اور مبروص (برص کی بیماری والے) کو چنگا کرنے کی اور انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزوں کی قدرت رکھتے ہیں۔

(بحار الانوار، کتاب الامامۃ)

۱۵:۔ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ ''کیا امام مردوں کو زندہ کرتے ہیں، مادرزاد اندھے، مبروص کو چنگا کرتے ہیں اور پانی پر چلتے ہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو کسی وقت جو معجزہ بھی دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عطا فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ معجزے بھی دیئے جو کبھی کسی نبی کو نہیں دیئے تھے............ پھر وہ سب معجزے امیر المومنین کو دے دیئے، پھر حسن کو، پھر حسین کو، پھر ان کے بعد (قیامت تک آنے والے) امام کو۔ (بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۲۹، ایضاً)

۱۶:۔ علاوہ ازیں آئمہ کے معجزات میں بھی یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کرتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری اور بنو اسرائیل کا تابوت سکینہ بھی رہتا ہے۔ (اصول کافی، ج ۱، ص ۲۳۳)

چھٹا نظریہ: انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح آئمہ پر وحی کا نزول بھی ہوتا ہے

۱۷:۔ امامیہ کا عقیدہ کہ آئمہ میں روح القدس ہوتی ہے، جس کے ذریعہ وہ عرش

سے تحت الثّریٰ تک کی ساری چیزیں جانتے ہیں۔'' امام باقرؒ سے جابر نے پوچھا کہ عالم کے علم کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا، جابر، انبیاء و اوصیاء میں پانچ روحیں ہوتی ہیں۔(ا۔روح الشہوہ، ۲۔ روح الایمان، ۳۔روح الحیات، ۴۔روح القوہ، ۵۔ روح القدس، پس جابر! وہ روح القدس کے ذریعہ تحت العرش سے ما تحت الثّریٰ تک سب کچھ جانتے ہیں۔(الخ) (اصول کافی، ج ا، ص ۲۷۲)

۱۸:۔امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد، جب سے اللہ تعالیٰ نے اس روح کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا ہے وہ کبھی آسمان پر نہیں چڑھی اور وہ ہم میں ہے۔ (ایضاً)

۱۹:۔امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ہمارا علم چار قسم کا ہے، ایک گذشتہ، ایک لکھا ہوا، ایک دل میں القاء ہونا اور ایک کانوں میں ڈالنا، گذشتہ سے مراد، جو پہلے حاصل ہو چکا۔ لکھے سے مراد نیا تازہ علم۔ دل میں القاء سے مراد، الہام، اور کانوں میں ڈالنے سے مراد فرشتہ۔ جو ہمارے کانوں میں القاء کرتا ہے۔ (بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۶۰)

۲۰:۔ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ'' ہمارے مشائخ امامیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی اور امام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، نہ ان سے عمداً گناہ ہو سکتا ہے، نہ خطاءً، نہ سہواً، یہ عصمت ان کو نبوت و امامت سے قبل بھی حاصل تھی اور بعد میں بھی بلکہ ولادت سے وفات تک.................(الخ) (ج ۲۵، ص ۳۵۰، ایضاً)

۲۱:۔علامہ کلینی اصول کافی میں جناب سجاد سے روایت کرتے ہیں کہ'' جناب امیر کو یہ مرتبہ حاصل تھا کہ آپ کے پاس وحی آتی تھی۔ آپ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی میں صرف اتنا فرق تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرشتہ دکھائی دیتا تھا اور جناب امیر صرف آواز سنتے تھے۔

ساتواں نظریہ: اماموں کو نبیوں سے بڑھ کر حلال اور حرام کا اختیار ہوتا ہے

۲۲:۔اصول کافی کتاب الحجہ میں ہے کہ ''دین کے امور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آئمہ کے سپرد کردیئے ہیں، جس چیز کو چاہیں حلال قرار دیں، جس چیز کو چاہیں حرام قرار دیں، جس کو چاہیں ایک حکم بتائیں اور دوسرے کو دوسرا حکم بتائیں، ان پر کوئی روک ٹوک نہیں۔ (اصول کافی، ج ا،ص ۲۶۵)

۲۳:۔''امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادب سکھایا یہاں تک کہ اپنے ارادے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدھا کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے دینی معاملات کو آپ کے سپرد کردیا، چنانچہ فرمایا کہ ''رسول تمہیں جو کچھ دے دے اسے لے لو، اور جس چیز سے روک دیں اس سے رُک جاؤ''۔پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کیا وہ سب کچھ ہمارے سپرد کردیا''۔

(اصول کافی، ج ا،ص ۲۶۸)

۲۴:۔امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: ''جس شخص کے لئے ہم نے حلال کردی وہ چیز جو اسے ظالموں کے مناصب میں سے حاصل کی تھی، وہ اس کو حلال ہے، کیونکہ یہ امر ہمارے اماموں کے سپرد کردیا گیا ہے۔پس جس چیز کو وہ حلال قرار دیں وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام کردیں وہ حرام ہے''۔ (بحار الانوار، ج ۲۵،ص ۳۳۴)

۲۵:۔امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ واحد ہے، یکتا ہے، وحدانیت کے ساتھ منفرد ہے۔اپنے حکم میں منفرد ہے، اس نے ایک مخلوق پیدا کرکے اپنے دین کا معاملہ ان کے سپرد کردیا ہے، سو ہم وہی مخلوق ہیں۔ (ایضاً)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آئمہ کو حلال اور حرام کا اختیار دیا گیا ہے اور امامیہ اپنے آئمہ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

آٹھواں نظریہ: آئمہ کو احکام شریعت کے منسوخ کرنے کا اختیار حاصل ہے

۲۶:۔جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باذن الٰہی بعض احکام کو منسوخ فرما سکتے تھے اسی طرح آئمہ کو بھی اختیار حاصل تھا کہ جب چاہیں کسی چیز کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیں اور جب چاہیں اس کے حرام ہونے کا فتویٰ ارشاد فرما دیں۔آئمہ وقتاً فوقتاً اپنے اس اختیار کو استعمال بھی فرماتے تھے۔امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ملاحظہ فرمائیں۔

''فروع کافی'' کتاب المواریث، باب النساء لا یرثن من العقار شیئاً'

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مرحوم جو کچھ بھی چھوڑ کر مرے اس میں بیوہ کا چوتھائی یا آٹھواں حصہ ہے۔ (دیکھئے سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۲)

قرآن شریف کے اس واضح حکم کے خلاف امام باقر رحمۃ اللہ علیہ بقول شیعہ کے ارشاد فرماتے ہیں کہ''عورتوں کو اراضی اور غیر منقولہ جائیداد میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

(فروع کافی، ج۷،ص۱۲۷)

۲۷:۔مزید فرماتے ہیں کہ اس کو ہتھیاروں اور چوپایوں میں سے بھی کچھ نہیں ملے گا۔ (ایضاً)

نیز امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ''اس محرومی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''وہ دخیل ہے، نکاح کرلے گی تو دوسرے لوگ اس کی جائیداد کا ستیاناس کردیں گے۔غور فرمائیں! قرآن کریم نے تو سارے ترکہ میں بیواؤں کا چوتھائی (اگر اولاد نہ ہو) یا آٹھواں حصہ (اگر اولاد ہو) مقرر فرمایا لیکن اماموں نے اپنے فتویٰ کے ذریعہ سے بیواؤں کو شوہر کے ترکہ سے محروم کردیا۔

تبصرہ: یہ بات واضح ہوگئی کہ امام بے کس، بے بس اور بے سہارا بیوہ، عورتوں پر کیسے شفیق تھے کہ خود تو ان کی کیا مدد فرماتے بلکہ قرآن کریم نے شوہر کی جائیداد سے جو حصہ

دلایا ہے، اماموں کو بیوہ کا شرعی حق دلانا بھی گوارا نہیں تھا۔ کچھ کرم فرما محبان آل محمد نے اماموں کے نام پر جھوٹی روایتیں وضع کر کے کیسی دانشمندی کا مظاہرہ کیا ہے؟ کیسی کیسی خرافات کو آئمہ کرام کی طرف منسوب کر کے آئمہ کرام کی عزت افزائی کر رہے ہیں۔

۲۸:۔ قرآن حکیم میں قانون شہادت کا حکم موجود ہے اور رسول اللہ ﷺ کا واضح ارشاد مبارک ہے کہ ''اِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِىْ وَالْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ'' گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور قسم مدعلیہ پر آتی ہے۔

(فروع کافی، ج ۷، ص ۴۱۵)

لیکن امام غائب (یعنی امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ) جب ظاہر ہوں گے تو قانون شہادت کو معطل فرما دیں گے، چنانچہ اصول کافی کتاب الحجہ میں ہے کہ ''جب آئمہ کی حکومت ہوگی تو حکم آل داؤد کے موافق فیصلہ کریں گے، شہادت طلب نہیں کریں گے۔''

(اصول کافی، ج ا، ص ۳۹۷)

۲۹:۔ ''کتاب علی میں لکھا ہے کہ آیت شریفہ ''وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ '''' باز اور شاہین کا شکار حرام ہے الا یہ کہ وہ زندہ پکڑ لائیں اور شکار کو ذبح کر لیا جائے، امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد بنا پر تقیہ کی بناء پر اس آیت کے خلاف باز اور شاہین کے شکار کی حلت کا فتویٰ دیتے تھے، لیکن اب چونکہ خوف اٹھ گیا ہے، اس لئے میں فتویٰ دیتا ہوں کہ باز اور شاہین کا شکار حلال نہیں'' باپ اور بیٹا دونوں بقول شیعہ امام معصوم، ایک قرآن کے خلاف حلت فتویٰ دے اور دوسرا حرمت کا، جب چاہیں حرام کو حلال اور حلال کو حرام، جب چاہیں قرآنی حکم منسوخ یا معطل فرما دیں۔ جب چاہیں اسے جاری کر دیں۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں تہذیب الاحکام اور الاستبصار میں ملاحظہ فرمائیں۔

نوواں نظریہ: اماموں کا رتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر دیگر نبیوں سے زیادہ ہے

۳۰:۔ حضرت علی تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ زیادہ تر علماء شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب امیر اور تمام آئمہ انبیاء سے افضل ہیں۔ (حیات القلوب، ج ۳، باب ا، ص ۱۰)

۳۱:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام نبیوں سے افضل ہیں۔

(چودہ مسئلے، ص ۱۷۳)

۳۲:۔ کوئی بھی امام کے معنوی مقام پر نہیں پہنچ سکتا، خواہ وہ ملک مقرب یا نبی مرسل ہو"۔ (حکومت اسلامی، از شیعہ کے امام خمینی)

۳۳:۔ "جب تمام مخلوق و اہل سموٰت پر آئمہ علیہم السلام حجت ہوں تو گویا سب کے آئمہ حاکم ہوئے اور سب انبیاء و ملائکہ کو محکوم تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ حضرات ان سب سے افضل ہیں، میرے عقیدے میں تو انبیاء و ملائکہ آل محمد کے سامنے شاگرد کی حیثیت سے زیادہ نہیں، بجز سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے"۔

(امہات آئمہ علیہم السلام، از غلام حیدر کلو، ناشر مکتبۃ الساجد، ملتان)

۳۴:۔ کوئی نبی، نبی نہیں بن سکا جب تک اس نے ولایت علی کا اقرار نہیں کیا۔

(المجالس الفاخرہ فی اذکار العدۃ الطاہرہ، ص ۱۲، از حسین بخش جاڑا)

۳۵:۔ حضرت عباس کو ایسا بلند درجہ نصیب ہوا ہے، جس سے بہت سے انبیاء بھی محروم رہ گئے ہیں۔ (ذکر العباس، ص ۹۲، از نجم الحسن کراروی)

۳۶:۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، امیر المومنین علیہ السلام کی فضیلت یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے دیا میں لے لیتا ہوں، جس سے منع کیا، رُک جاتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر المومنین کی اطاعت اسی طرح لازم ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ کی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہے، امیر المومنین سے (اطاعت میں) متقدم اور

فضیلت کا مدعی ایسے ہی ہے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متقدم اور فضیلت کا مدعی ہو۔ ایسے مدعی کا حکم وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت کے مدعی کا ہونا چاہیے، کسی بھی چھوٹے بڑے حکم میں امیر المومنین کی مخالفت شرک باللہ کا حکم رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا وہ دروازہ ہیں کہ آپ کے بعد یہی مقام امیر المومنین علیہ السلام اور یکے بعد دیگرے آئمہ علیہم السلام کو حاصل ہوا"۔ (اصول کافی، ج ا، ص ۱۹۸)

۷۳:۔ علامہ مجلسی "حق الیقین" میں لکھتے ہیں کہ "اکثر علمائے شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین اور باقی آئمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔" (حق الیقین، فارسی، ص ۷۰)

شہید اسلام حضرت لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا شیعہ کے مذکورہ بالا عقائد ونظریات پر ایمان افروز تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔ (بحوالہ سنی شیعہ اختلاف اور صراط مستقیم)

الحمد للہ! جتنے عقائد (نظریات) حضرات امامیہ کی طرف منسوب کئے گئے۔ ایک ایک کا باحوالہ ثبوت پیش کر دیا۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ جب آئمہ کو معصوم بھی، منصوص من اللہ بھی، ان پر ایمان لانا نبیوں کی طرح فرض بھی، ان کا انکار کفر بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی طرح ان کی اطاعت فرض بھی، صاحب معجزات بھی، ان پر وحی قطعی کا نزول بھی، ہر ایک کے لئے حجت لازمہ بھی، حلال وحرام کا اختیار بھی، اور ان کا درجہ ہمارے نبی کریم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بالاتر بھی ہو۔ اگر ان تمام امور میں ہم یہ نتیجہ اخذ کریں کہ آل سبا نے امامت کا عقیدہ اور نظریہ عقیدہ ختم نبوت کا منہ چڑانے کے لئے ایجاد کیا، اور یہ حضرات امامیہ نظریہ امامت کے پردہ میں آئمہ کی نبوت کے قائل ہیں، تو ذرا یہ فرمایئے کہ ہمارا یہ نتیجہ اخذ کرنا کسی طرح غلط ہوگا؟

منصفی کرنا بندہ پرور بس خدا کو دیکھ کر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو معصوم، منصوص من اللہ اور مفترض الطاعۃ ماننا ہی درحقیقت ختم نبوت کا انکار ہے۔ خواہ ہزار بار قسمیں کھائیں کہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں۔

حقیقت ہر نقاب زندگی سے بے نقاب ہوگی
نظر کی قوتوں کو امتیاز حق و باطل دے

شیعہ درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں

امامیہ کے مندرجہ بالا عقائد سے جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ شیعہ کا عقیدہ امامت، ختم نبوت کے عقیدہ کے خلاف ایک (کھلی) بغاوت ہے، یہ گزشتہ سطور سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے کہ اللہ نے کسی کو فہم و انصاف سے بہرہ ور فرمایا ہو تو وہ مذکورہ بالا بحث پڑھ کر اس کے سوا دوسرا نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا، تاہم مزید اطمینان کے لئے اپنے اس اخذ کردہ نتیجے پر بھی چار گواہ پیش خدمت ہیں۔

پہلی گواہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے

حضرت شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے "المقالۃ الوفیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ" میں جو ان کی کتاب "تفہیمات الٰہیہ، ج دوم تفہیم، ص ۲۴۶) کے عنوان سے شامل ہے۔ وصیت نمبر ۵ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ (فارسی عبارت کا ترجمہ)

ترجمہ: اس فقیر نے (عالم خواب میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح سے سوال کیا کہ حضرت! شیعوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں جو اہل بیت سے محبت کے مدعی ہیں اور صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے، اور ان کے مذہب کا باطل ہونا لفظ "امام" سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جب اس حالت (خواب) سے فارغ ہوا تو میں نے لفظ "امام" میں غور کیا، معلوم ہوا کہ "امام"

ان کی اصطلاح میں وہ شخص ہے جس کی اطاعت فرض ہو، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہو، یہ لوگ ''امام'' کے حق میں ''وحی باطنی'' بھی تجویز کرتے ہیں۔ پس درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اگر چہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہا کرتے ہیں۔
(تفہیمات الٰہیہ، ج ۲، ص ۱۹۴)

مزید فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیعوں کے بارے میں سوال کیا تو مجھے القاء (ارشاد) فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے، اور ان کے مذہب کا باطل ہونا لفظ ''امام'' سے معلوم ہوتا ہے۔ جب مجھے اس حالت میں افاقہ ہوا تو میں نے غور کیا کہ ان کے نزدیک ''امام'' وہ شخص ہے جو معصوم ہو، مفترض الطاعۃ ہو۔ اور جس کو باطنی وحی ہوتی ہو اور یہی نبی کے معنی ہیں۔ پس ان کا مذہب ختم نبوت کے انکار کو مستلزم ہے۔ (ایضاً ص ۳۰۱)

دوسری گواہی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''تحفہ اثناء عشریہ'' کے باب ششم ''در بحث نبوت و ایمان بانبیاء علیہم الصلوٰۃ وسلام'' میں عقیدہ دہم کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''امامیہ ہر چند کہ بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں لیکن در پردہ آئمہ کی نبوت کے قائل ہیں کیونکہ آئمہ کو انبیاء سے بہتر و بزرگ تر شمار کرتے ہیں، جیسا کہ اسی باب میں تفصیل سے گذرا اور تحلیل و تحریم کا معاملہ آئمہ کے سپرد کرتے ہیں جو کہ خلاصہ ء نبوت بلکہ بالاتر ہوتے ہیں۔ ''پس درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں'' (تحفہ اثناء عشریہ، ص ۱۷۰)

نیز شیعہ کے عقیدہ تفویض پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''خلاصہ یہ کہ یہ اصول فاسد ہے جو کہ بہت سے مفاسد کو مستلزم ہے علاوہ ازیں درحقیقت ختم نبوت کے انکار کو متضمن ہے اور تمام امامیہ اس کے قائل ہیں۔ (ایضاً ص ۱۷۱)

تیسری گواہی شیعہ مجتہد علامہ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں

شیعہ مذہب کے مشہور مجتہد ملا باقر مجلسی کی علمی منزلت سے کوئی شیعہ منکر نہیں۔ شیعہ کے آیت اللہ، روح اللہ خمینی نے ان کی کتابوں کے مطالعہ کی شیعہ مومنین کو بطور خاص تلقین فرمائی ہے۔ باقر مجلسی ''بحار الانوار'' کتاب الامامت میں آئمہ کی مختلف روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''ان احادیث سے نبی اور امام کے درمیان فرق کا استنباط کرنا مشکل ہے۔ اسی طرح ان احادیث کے درمیان جمع کرنا بھی نہایت مشکل ہے.............مختصر یہ کہ یہ یقین تو لازم ہے کہ امام نبی نہیں ہوتے اور یہ بھی آنحضرت ﷺ کے علاوہ دیگر تمام انبیاء، اولیاء سے اشرف و افضل ہیں۔ ہمیں ان کے موصوف بالنبوہ نہ ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں۔ سوائے اس کے کہ خاتم الانبیاء کی جلالت کی رعایت ہو۔ اور ہماری عقلوں کی نبوت اور امامت کے درمیان واضح فرق تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی، اخبار سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ تم جان چکے ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے احوال کے حقائق کو بہتر جانتے ہیں۔ (بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۸۳)

چوتھی گواہی شیعہ مجتہد شیخ مفید محمد لکھتے ہیں

علامہ مجلسی نے بحار الانوار کے مندرجہ بالا باب میں شیخ مفید محمد بن نعمان (متوفی ۴۶۰ھ) کی ''تصحیح الاعتقاد شرح عقائد صدوق'' سے ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے، اس کے بقدر ضرورت جملے نقل کئے جاتے ہیں۔

ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے بعد اماموں کو ایسا کلام سناتا ہے جو ان کی طرف القاء کرتا ہے، اس علم کے بارے میں جو آئندہ آنے والا ہو، لیکن اس پر وحی کا اطلاق نہیں کیا جاتا، کیونکہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو وحی نہیں ہوتی اور یہ کہ جو چیزیں ہم نے ذکر کی ہیں ان میں سے کسی کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ کسی کی طرف وحی ہے اور اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ ایک وقت میں ایک لفظ کے بولنے کو جائز رکھے اور دوسرے وقت میں اس کو منع کردے اور ایک چیز کے ساتھ کسی چیز کو موسوم کرنا ایک وقت میں ممنوع قرار دے اور دوسرے وقت میں اس کو جائز قرار دے، باقی رہے معانی! تو وہ اپنے حقائق سے نہیں بدلتے۔ (ایضاً)

ملا باقر مجلسی کی تحقیق کا خلاصہ یہ کہ نبوت وامامت کے درمیان فرق ہماری عقل نارسا سے بالاتر ہے باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے اشرف وافضل ہیں، لیکن ختم نبوت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو نبی نہیں کہا جاتا ورنہ نبوت اور امامت کے درمیان وجہء فرق ہمیں معلوم نہیں۔

شیخ مفید کا آخری فقرہ ٹیپ کا بند ہے، فرماتے ہیں کہ "حقائق تو نہیں بدلتے، لیکن ایک وقت میں ایک لفظ کا بولنا جائز اور صحیح ہوتا ہے دوسرے وقت میں ممنوع..........
مطلب یہ کہ نبوت کی حقیقت جو انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل تھی وہی آئمہ کو بھی حاصل تھی، وحی اُن پر بھی آتی تھی اور ان پر بھی۔ مگر اس حقیقت پر پہلے زمانے میں نبی اور وحی کا لفظ بولنا جائز تھا اب جائز نہیں رہا، ماشاء اللہ کیا عجیب تحقیق ہے..............؟

قارئین ذی وقار! اس پوری بحث کو غور وتدبر سے پڑھیے اور پھر فرمائیے کہ جو کچھ لکھا ہے کیا یہ محض سوءظن کی بناء پر ہے یا شیعہ مذہب کی فی الحقیقت ٹھیک ترجمانی ہے

دسواں نظریہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام مہدی کی بیعت کریں گے (معاذ اللہ)

امام باقر کا ارشاد ہے کہ "جب قائم آل محمد یعنی حضرت امام مہدی ظاہر ہوں گے تو خدا ملائکہ کے ذریعے ان کی مدد کرے گا اور سب سے پہلا شخص جوان کی بیعت کرے گا

وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی بیعت کریں گے۔

(حق الیقین، ص ۳۴۷)

شیعہ کی مستند کتب کے حوالہ جات کے پیش نظر ''عقیدہ امامت'' کے نقصانات پیش خدمت کر دیئے ہیں۔ فیصلہ خود فرمائیں کہ شیعہ ختم نبوت کے قائل ہیں یا کہ منکر؟

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو

تمہاری داستاں تک نہ ہو گی داستانوں میں

شیعہ کے بارہ امام رسول تھے

شیعہ ذاکر سید یاور حسین جعفری اپنی کتاب ''سولہ مسئلے'' میں لکھتے ہیں کہ ''اب رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب ہو گیا تھا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی رسالت و امامت اور ولایت کا اعلان کریں، چنانچہ انہوں نے کئی مواقع پر کہا، خصوصاً غدیر خم پر تو ایسا اعلان کہ بھلانے والے نہ بھلا سکتے تھے۔ (سولہ مسئلہ، ص ۱۰۰)

نیز لکھتے ہیں کہ ''بہر کیف حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول بھی ہیں، امام بھی ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر بھی ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ بارہ کے بارہ رسول تھے۔ (ایضاً)

(ناشر ادارہ علوم الاسلام، اصغری منزل، سانده لاہور)

شیعہ علماء اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی اور رسول ماننے کا اقرار کھلم کھلا تو نہیں کرتے ہیں، لیکن اصلی کلمہ اسلام اور اذان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ''دال میں کچھ کالا کالا'' ہی نہیں بلکہ ساری دال ہی اندر اور باہر سے کالی ہی ہے۔ کیونکہ حقیقتاً پوری دنیا میں کسی بھی اُمت نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ میں، کبھی بھی کسی غیر نبی اور غیر رسول کے نام کا اقرار کلمہ اور اذان میں شریک و شامل کرنے کی جسارت نہیں کی۔

شیعہ کا کلمہ مسلمانوں کے کلمہ سے علیحدہ ہے

شیعہ علماء نے اسلامیات لازمی جماعت نہم، دہم کے لئے ''راہنماء ے اساتذہ'' میں جو شیعہ کا کلمہ تحریر کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفہ بلا فصل''

اس کلمہ کی تعریف شیعہ علماء کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ ''کلمہ اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے، کلمہ پڑھنے سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے، کلمہ میں توحید و رسالت ماننے کا اقرار اور ''امامت'' کے عقیدے کا اظہار ہے۔ (رہنمائے اساتذہ، ص ۳۶)

علیحدہ کلمہ کا اعتراف

ہمارا کلمہ شہادت، توحید و رسالت اور شہادت ولایت سے مرکب ہے، یعنی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی وصلی اللہ و خلیفۃ بلا فصل''، مگر اس (سنی) فقہ کا کلمہ دیگر اسلامی فرقوں کی طرح صرف شہادت، توحید و رسالت پر مشتمل ہے۔

شیعہ کے سنی کلمہ پر اعتبار نہیں ہے

''جب سنیوں کا کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھ لینا دلیل نہیں بلکہ اس کے اقرار پر بھی خدا نے صحابہ کو منافق قرار دے دیا اور دور حاضر میں احمدی اس کلمہ گوئی کے باوجود کافر ہیں، لہٰذا سمجھ لیا کہ اس کلمہ کا کوئی اعتبار نہیں''

(شیعہ مذہب حق ہے، ص ۲۴۳، عبدالکریم، مشتاق کراچی)

کلمہ طیبہ میں تبدیلی کا کھلا اقرار

توحید و رسالت کے ساتھ علی کی امامت، خلافت اور وصایت کا اقرار کیا جائے تو اصل تیسرے عہد کو کلمہ میں شامل کرنا عین اطاعت خدا اور رسول ہے۔ اور اس کی مخالفت بلا

جواز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ''ولایت'' کو مسلم و منافق میں کسوٹی بنایا گیا ہے۔

نیز لکھتے ہیں کہ موحد کی پہچان ''لا الہ الا اللہ'' سے مسلم کی پہچان ''محمد رسول اللہ'' سے اور مومن و منافق کی پہچان ''علی ولی اللہ'' سے ہوتی ہے۔

(ایضاً، ص ۳۱۱)

مسلمانوں کے کلمہ طیبہ کا انکار اور خود ساختہ کلمہ کا اظہار

''خدا کے بندے ''لا الہ الا اللہ'' دین ہے۔ ''محمد رسول اللہ'' بھی دین ہے۔ مگر کلمہ کامل تب ہوتا ہے جب ''علی ولی اللہ'' آجائے، ورنہ (کلمہ) کامل نہیں ہوتا۔ (مجلس نمبر ۹، ص ۱۳۷، مبلغ اعظم اکیڈمی، خوشاب)

شیعہ کا علیحدہ کلمے کا کھلا اعلان

'شیعہ کے کلمہ میں خدا کی یکتائی اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینے کے بعد یہ بھی گواہی شامل ہے کہ امام المتقین علی المرتضیٰ خدا کے ولی ہیں، اور رسول خدا کے وصی یا نائب بلا شرکت غیرے خلیفہء رسول ہیں''۔

(ادیان عالم اور فرقہ ہائے اسلام کا تقابلی مطالعہ، از علی حیدر نقوی)

شیعہ کے نزدیک ایمان اسی کا مکمل ہے جو تین جز والے کلمے کا اقرار کرتا ہے

''اَقْرَرْتُمْ۔ (اس جملے سے واضح ہوا کہ انبیاء کرام نے خدا کی توحید، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضرت علی کی ولایت کا اقرار کیا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اگر انبیاء یہ تینوں اقرار نہ کرتے تو وہ نہ نبی بنتے اور نہ رسول۔ تو جب ان تین اجزاء کے اقرار کے بغیر انبیاء کی نبوت نہیں رہ سکتی تو ہمارا ایمان کیسے رہے گا لہٰذا ایمان اسی کا مکمل ہوگا جو ان تینوں اجزاء کا اقرار کرے گا۔ (وسیلہ انبیاء ج ۲، ص ۱۷۹، از طالب حسین کرپالوی، جعفریہ دار التبلیغ ساندہ، لاہور)

شیعہ کے جدید علماء کا موقف آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں کو مومن بھی تسلیم نہیں کرتے، بلکہ منافق تک کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور مومن ہونے کے لئے کلمہ میں

''علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل''

کا اقرار ضروری قرار دیتے ہیں اور اصلی کلمہ اسلام پڑھنے والے مسلمانوں کو نجات اُخروی سے بھی محروم تصور کرتے ہیں۔

شیعہ حضرات سے ہمارا مطالبہ

۱:۔ اپنے کلمہ کا ثبوت قرآن سے پیش کریں؟

۲:۔ یا پھر اپنی کسی مستند حدیث سے ثابت کریں؟

۳:۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ۲۳ سالہ دور نبوت و رسالت میں کسی ایک کافر کو قبول اسلام کے وقت تین جز والا کلمہ پڑھایا ہو تو حوالہ پیش کریں؟

۴:۔ آپ کے مذہب کی کتب، احادیث اور تفاسیر میں کہیں یہ درج ہو کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لے کر امام مہدی علیہ السلام تک کسی ایک امام نے فرمایا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو تین جزء والا کلمہ پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے؟

۵:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تین جز والا کلمہ کسی کو پڑھا کر مسلمان کیا ہو تو ثبوت پیش کریں؟

۶:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر کسی کو نصیحت فرمائی ہو تو حوالہ دیں؟

اصلی کلمہ اسلام کی حقانیت کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں

ہمارا کلمہ ایسا پیارا کلمہ ہے، جس پر تمام دین اسلام کا دارومدار ہے۔ فی الحقیقت

مسلمان اپنے رب کے سامنے اس کی معبودیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتا ہے، جس سے ہر مسلمان ایک غیر مسلم (رافضی وغیرہ) سے ممتاز ہو جاتا ہے، اصلی کلمہ اسلام کے دو جزء ہیں۔

۱:۔ ایک جزء میں توحید اور دوسرے جزء میں رسالت ہے۔

۲:۔ جسے ہزار سال کا کافر بھی صدق دل سے پڑھ لے تو جنت کا وارث بن جاتا ہے

۳:۔ پہلا جزء دعویٰ ہے۔ اور دوسرا جزء دلیل ہے۔

۴:۔ پہلا جزء اقرار ربوبیت ہے۔ دوسرا جزء اظہار نبوت ہے۔

۵:۔ پہلا جزء اعلان الوہیت ہے۔ دوسرا جزء بیان رسالت ہے۔

۶:۔ پہلا جزء مقصد زندگی ہے۔ دوسرا جزء طرز زندگی ہے۔

۷:۔ پہلا جزء مقام بندگی ہے۔ دوسرا جزء نظام زندگی ہے۔

۸:۔ پہلے جزء میں بارہ حروف ہیں۔ دوسرے جزء میں بھی بارہ حروف ہیں۔

۹:۔ پہلا جزء بے نقطہ ہے۔ دوسرا جزء بھی نقطہ ہے۔

۱۰:۔ پہلے جزء میں اللہ کے چار حروف ہیں اور دوسرے جزء میں محمد کے بھی چار حروف ہیں

اصلی کلمہ اسلام میں ختم نبوت کی علامت

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس دوسرے جزء پر اگر غور کیا جائے تو عقیدۂ ختم نبوت اور عقیدہ امامت کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔

اصلی کلمہ اسلام کا یہ دوسرا جزء پہلے جز کی طرح بے نقطہ ہے جبکہ دیگر تمام انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہ السلام کے کلموں میں پہلا جزء غیر منقوط اور دوسرے جزء میں نقطہ ہے۔ مثلاً:۔

۱:۔ پہلا جزء لا الہ الا اللہ غیر منقوط اور دوسرا جزء آدم صفی اللہ میں نقطہ ہے۔

۲:۔ پہلا جزء غیر منقوط، دوسرا جزء نوح نجی اللہ میں نقطہ ہے۔

۳:۔ پہلا جزء غیر منقوط، دوسرا جزء ابراھیم خلیل اللہ میں نقطہ ہے۔

۴:۔ پہلا جزء غیر منقوط، دوسرا جزء موسیٰ کلیم اللہ میں نقطہ ہے۔

۵:۔ پہلا جزء غیر منقوط، دوسرا جزء اسماعیل ذبیح اللہ میں نقطہ ہے۔

۶:۔ پہلا جزء غیر منقوط، دوسرا جزء دائود خلیفۃ اللہ میں نقطہ ہے۔

۷:۔ پہلا جزء غیر منقوط، دوسرا جزء یوسف صدیق اللہ میں نقطہ ہے۔

۸:۔ پہلا جزء غیر منقوط، دوسرا جزء عیسیٰ روح اللہ میں نقطہ ہے۔

یہاں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ پہلا جز اصلی کلمہ اسلام کا بے نقطہ ہے، جس کا مطلب غالباً یہی ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ جب معبود کوئی نہیں تو پہلے جز میں نقطہ بھی کوئی نہیں، دوسرے جز میں تمام نبیوں اور رسولوں کے کلموں میں نقطے اس بات کی علامت ہیں کہ نبوت کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا، بلکہ جاری وساری ہے۔ سب کا معبود ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا، مگر نبوت کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ جب امام الانبیاء خاتم المعصومین والمرسلین تشریف لے آئے تو اصلی کلمہ اسلام بھی بے نقطہ مل گیا، جس میں اُمت محمدیہ کو بتانا یہ تھا کہ اللہ پر ربوبیت ختم اور محمد رسول اللہ پر نبوت اور امامت ختم ہے۔

اس غیر منقوط کلمہ طیبہ نے واضح کر دیا کہ لاکھوں نہیں، کروڑوں نہیں بلکہ اربوں، کھربوں، قیامتیں تو برپا ہوسکتی ہے مگر اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اعلیٰ اور بہتر کوئی محبوب نہیں ہے۔ مصنوعی اور اختراعی عقیدہ ونظریہ امامت کے دعویداروں سے بڑھ کر کوئی مغضوب نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ

اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا ۔ (سورۃ ال عمران، آیت نمبر ۶۴)

ترجمہ:۔اے اہل کتاب آؤ تم ایسے کلمے کی طرف جو برابر ہے درمیان ہمارے یہ کہ نہ عبادت کرو سوا اللہ تعالیٰ کے اور نہ شرک کرو ساتھ اس کے کسی کو۔

جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام اصلی کلمہ اسلام کی ہی دعوت دیتے رہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی کلمہ طیبہ کی طرف لوگوں کو بلایا۔ اب بات تو واضح ہوگئی کہ تمام اُمت محمدیہ کی نجات کا مدار صرف اور صرف اصلی کلمہ اسلام کے اقرار پر ہی منحصر ہے۔

شیعہ مذہب میں اقرار توحید و رسالت کے بعد حضرت علی کی امامت اور ولایت کا اقرار بھی ضروری ہے، جسے آپ مندرجہ بالا حوالہ جات سے بخوبی معلوم کر چکے ہیں۔ اب دلائل قاہرہ سے اصلی کلمہ اسلام کی صداقت اور حقانیت کا ثبوت شیعہ مذہب کی مستند کتب سے پیش کر کے احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دینے کی سعی پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز اعلان

مرتے وقت اہل سنت والا کلمہ پڑھنے کا ارشاد۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرنے والے کو ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی تلقین کرو۔

(من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۴۰)

تمام نبیوں اور ملائکہ نے اصلی کلمہ کی گواہی دی

''خدا تعالیٰ کی کسی فرشتے اور نبی، جن و انس نے عبادت نہیں کی مگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی سے'' (مختصر بصائر الدرجات، ص ۴)

یعنی اہل سنت والجماعت والے کلمہ کو پڑھ کر گواہی دی ہے۔

نور اصلی کلمہ اسلام والے کلمہ ہی سے ملے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، چار چیزیں جس شخص میں ہوں، خدا تعالیٰ اس کو اپنے نور میں جگہ عطا فرمائیں گے پہلا وہ شخص جس کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہوگا۔ (من لا یحضر الفقیہ، ج ا، ص ۵۶)

رب العالمین کسی بھی مسلمان کو اصلی کلمہ اسلام سے محروم نہ فرمائیں۔ آمین

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصلی کلمہ اسلام کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا

''پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف تشریف لے جایئے اور ان کو حکم فرمایئے کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھیں۔

(حیات القلوب، فارسی، ص ۲۰۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت پر ''اصلی کلمہ اسلام'' درج تھا

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی، اس پر دو سطریں درج تھیں۔ پہلی سطر پر ''لا الہ الا اللہ'' اور دوسری سطر پر ''محمد رسول اللہ'' درج تھا'' (حیات القلوب، ج ۲، ص ۶۰)

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اصلی کلمہ اسلام ہی مہر نبوت میں لکھا ہوا تھا۔ لہٰذا اہل سنت کے اصلی کلمہ پر اعتراض کرنا براہ راست مہر نبوت پر اعتراض کرنا ہے۔

تقدیر کی قلم نے ''اصلی کلمہ اسلام'' تحریر کیا

خدا تعالیٰ نے قلم سے فرمایا، میری توحید لکھ، پس قلم ہزار سال تک بے ہوشی میں رہی، خدا تعالیٰ کا کلام سننے کی وجہ سے، جب ہوش میں آئی تو عرض کرنے لگی کہ کیا لکھوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لکھ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

قارئین کرام! ہر چیز کا دارومدار صرف اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی قلم تقدیر سے ''اصلی کلمہ اسلام'' لکھوایا گیا تو فرمایئے! اس کلمے کو پڑھنے، پڑھانے اور اس کی حفاظت کے لئے سرگرم سنی مسلمانوں کی صداقت میں اب بھی کوئی شک یا شبہ باقی رہ گیا ہے؟

براق کی پیشانی پر اصلی کلمہ اسلام لکھا ہوا تھا

معراج کی رات براق کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔ (احتجاج طبرسی، ص ۲۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ! اصلی کلمہ اسلام کی صداقت کا اظہار

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پتھروں کو ہاتھ میں اٹھا لیتے تو ان سنگریزوں سے آواز کلمہ توحید و نبوت کی اس طور پر آتی تھی کہ ہر سنگریزہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پکار اٹھتا تھا۔ (بحوالہ، تاریخ الائمہ، ص ۱۴)

جنت کی ہر لائٹ پر اصلی کلمہ اسلام لکھا ہوا تھا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب معراج کی رات جنت کی سیر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ''جنت کی ہر لائٹ پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔

(حیات القلوب، ج ۲، ص ۵۹)

جنت کے جھنڈوں پر اصلی کلمہ اسلام لکھا ہوا تھا

''اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ بہشت بریں سے چار جھنڈے زمین پر لائے اور ان جھنڈوں کو کوہ قاف پر نصب کرے، ان جھنڈوں پر سفیدی سے دو سطریں لکھی ہوئی تھی۔ ایک سطر پر ''لا الہ الا اللہ'' اور دوسری سطر پر ''محمد رسول

اللہ" لکھا ہوا تھا۔(ایضاً) (تلك عشرة كاملة)

شیعہ مذہب کی مستند کتابوں کے مذکورہ بالا حوالوں سے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اصلی کلمہ اسلام صرف اور صرف "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہی کا ثبوت ملتا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ توحید ورسالت پر مشتمل یہی کلمہ اسلام اور ایمان کا کلمہ ہے، اس کلمہ کو جو شخص صدق دل سے قبول کرے وہی مسلمان بھی اور مومن بھی۔

حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ جب ظاہر ہوں گے تو اصلی کلمہ اسلام کی منادی دیں گے

قرآن مجید کا سپارہ نمبر ۳، سورۃ آل عمران، کی آیت مبارکہ "ولہ اسلم من فی السمٰوٰت والارض" کی تفسیر میں مشہور شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی قرآن کریم کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

"تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت قائم آل محمد یعنی (امام مہدی) کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت فرما کر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ جب قائم آل محمد کا ظہور ہوگا تو زمین کا کوئی حصہ ایسا باقی نہ رہے گا کہ جس میں شہادت "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی منادی نہ پکاری جائے۔

(ترجمہ:۔ مقبول مطبوعہ، مطبع یوسفی دہلی، بار سوم، نومبر ۱۹۲۹)

نوٹ: یاد رہے کہ اس مترجم قرآن کی تصدیق پر تقریباً شیعہ کے ۹ مجتہدین نے تقریظیں لکھیں ہیں۔

الحمدللہ! براہین قاطعہ اور دلائل قاہرہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ شیعہ کا عقیدہ اور نظریہ امامت فی الحقیقت خود ساختہ اور اختراعی ہے جو کہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے، اسی طرح ان کا کلمہ بھی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کسی ایک

پیغمبر کے زمانہ میں بھی دو جزوں سے زیادہ نہیں بڑھایا گیا۔ کیونکہ جس قدر معزز، مکرم، محترم ہستی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہوگی۔ ''خدا اور مصطفٰی کے تابع ہی ہوگی، دیکھئے ہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حسب ارشاد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

''آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام میں سب سے بہتر اور خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بڑے مبلغ اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین (حقیقی) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔'' (نہج البلاغہ کی شرح، کبیر مولفہ کمال الدین میسم بحرانی)

انہیں جانشین مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلیفہ بلافصل اور خلیفہ دوم ماننے کے باوجود ان کے مبارک ناموں کو اصلی کلمہ اسلام کی جز نہیں بناتے، کیونکہ اس کا قرآن وسنت میں کہیں ثبوت نہیں ہے۔

شیعہ سے ہمارا ایک سوال

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی ساری زندگی میں یہی اصلی کلمہ اسلام پڑھایا، اور حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی اپنے ظہور زمانہ کے دور میں یہی کلمہ اسلام زمین کے گوشے گوشے میں پہنچائیں گے، تو پھر ان درمیانی صدیوں میں خلیفہ بلافصل والا کلمہ کہاں سے اتر آیا۔

مذہب اہل سنت والجماعت کی حقانیت

برادران اہل سنت! حقیقی اسلام کا صحیح ترجمان، اصولاً اور اعتقاداً صرف اور صرف مذہب اہل سنت والجماعت ہی ہے۔ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزانہ ارشاد مبارک ''مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ'' پر مبنی ہے۔ اس ارشاد نبوی کا مقصد اور مطلب یہ ہے، کہ جنت میں وہی لوگ جائیں گے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور جماعت صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کے پیروکار ہوں گے۔

مذہب اہل سنت کے عقیدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حسب مراتب واجب الاحترام اور اعلان خداوندی "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کا صحیح مصداق ہیں۔

حق تعالیٰ کی خصوصی رحمت کے صدقے تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کامل مومن ہونے کی حالت میں واقع ہوئی۔

اہل سنت والجماعت کی اصطلاح دور صحابہ میں بھی رائج تھی

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۲، باب المسح علی الخفین میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت والجماعت کی علامات کیا ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کہ تو شیخین (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھ، اور رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو دامادوں یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر طعن نہ کر اور موزوں پر مسح کر" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

سنی، شیعہ اور خارجی کی علامات

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیزاری اور بغض ہونا رفض اور شیعت ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم اور توقیر کرنا اور اہل بیت عظام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا سُنیت ہے۔" (مکتوبات مجدد الف ثانی، ج ۲، ص ۵۲)

دور حاضر کی اشد ضرورت

اس پُرفتن دور میں اسلام کے نام پر انکار توحید، انکار ختم نبوت، انکار سنت، انکا

خلافت راشدہ، انکار صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم وازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، تنقید فقہاء، تنقید اولیاء، اور تنقیص علماء حق واسلاف اُمت کے خلاف جتنے فتنے فروغ پا رہے ہیں۔ یہ سب کے سب حقیقی اسلام کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ بن چکے ہیں۔ ان فتنوں کا سد باب صرف اور صرف مسلمانان اہل سنت والجماعت ہی اپنی پوری جدوجہد تنظیمی اور تحریکی قوت سے کر سکتے ہیں، کیونکہ اہل سنت والجماعت ہی کی امتیازی شان ہے کہ وہ اصولی طور پر سنت رسول اور جماعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین اسلام کے حصول کا حقیقی واسطے مانتے ہیں۔

تمام سُنی مسلمانوں سے عموماً اور سُنی علماء کرام ومشائخ عظام سے خصوصاً التماس ہے کہ اکابر اہل سنت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے توحید وسنت کی ترویج۔ مذہب اہل سنت والجماعت کی تبلیغ واشاعت۔ عقیدۂ وخلافت راشدہ اور عظمت صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے دفاع کا جو شرعی ورثہ ہمیں عطا کیا ہے۔ ہم اس کی حفاظت کریں اور بلا خوف لومة لائم محض قادر مطلق رب کائنات کے بھروسہ پر پرچم خلافت راشدہ حق چار یار رضی اللہ عنہم کو بلند اور غالب رکھنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ

وکیل صحابہ، ترجمان اہل سنت، سیدی ومرشدی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء) شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان کے بانی اور امیر اول تھے۔ آپ نے تقریباً پون صدی اہل سنت والجماعت کے تحفظ اور دفاع کیلئے جو قابل فخر کردار ادا فرمایا وہ کسی سُنی سے مخفی نہیں۔ ''عیاں راچہ بیاں''

سنی عقائد ونظریات کو اکابر اہل سنت کی تحقیق کی روشنی میں دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ سے پیش کرنے میں دور حاضر میں اپنی مثال آپ ہی تھے، بقول شاعر کے

منفرد ذوق عمل ، زور بیاں رکھتا تھا
دل پُر سوز اور شعلہء فشاں رکھتا تھا
لب پہ توحید کے نغمات رواں رکھتا تھا
دل میں عشق لولاک نہاں رکھتا تھا
اُٹھ گیا ، عظمت و تقدیس صحابہ کا امیں
گرچہ شوق میں وہ اپنے برق پنہاں رکھتا تھا
وہ روش اہل جہاں کا نہ تھا پابند
مرد آزاد تھا الگ اپنا جہاں رکھتا تھا

علماء دیوبند کے جرنیل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وکیل، قرآن کے شیدائی، حدیث نبوی کے فدائی اور مسلک علماء حق اہل سنت والجماعت کے نباض تھے۔ جن کی سوچ فاضلانہ، بات عالمانہ، لہجہ عارفانہ، مزاج ظریفانہ تھا۔ جن کے افکار میں گہرائی، گفتار میں راہنمائی، تدبر میں راعنائی، طبیعت میں صفائی، ظرف میں بڑائی، اور قلم وقرطاس سے مکمل شناسائی تھی۔ جو توحید وسنت سے سرشار، دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت رضی اللہ عنہم سے بیزار سنی قوم کے لئے شجر سایہ دار مسلک علماء دیوبند کے محافظ، علمبردار، اور مخالفین دین کے لئے ننگی تلوار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مبارک مشن کو تا زندگی اپنانے کی توفیق نصیب فرمائے اور مسلک حقہ کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی قربانی کا ذوق اور شوق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دیوانے گذر جائیں گے ہر منزل غم سے
حیرت سے زمانہ انہیں تکتا ہی رہے گا
آتی ہی رہے گی ان کے انفاس کی خوشبو
گلشن ان کی یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

خادم اہل سنت۔عبدالرحیم چار یاری
مدیر جامعہ حنفیہ، امداد ٹاؤن بالمقابل صدیق برادرز شیخوپورہ روڈ فیصل آباد

(حقانیت اہل سنت والجماعت)

دورِ رسالت میں شیعہ کا وجود نہ تھا

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اتباعہ اجمعین۔ امابعد

حضرت رسول کریم خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۳ سال تبلیغ رسالت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس دور رسالت میں قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔ آخر کار ۸ ھ میں مکہ شریف فتح ہوا۔ کفار ومشرکین مغلوب ہوگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ان پر غالب آ گئی۔ لیکن اس ۲۳ سالہ دور نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ کوئی شیعہ تھا اور نہ ہی شیعہ مذہب کا کوئی وجود تھا۔ اگر کوئی ایک فرد مسلم بھی شیعہ مذہب رکھتا تھا تو کسی آیت یا حدیث صحیح سے اس امر کا ثبوت دیں کہ کسی مسلمان نے شیعہ ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ یا لفظ شیعہ بحیثیت مذہب کسی نے استعمال کیا ہو۔ اگر یہ مذہب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے تو ثابت کریں کہ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے کہیں اپنے شیعہ ہونے کا اظہار واعلان کیا ہے۔ یا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنے شیعہ ہونے کا کہیں ذکر ہی فرمایا ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

دور رسالت کے بعد صرف تین چار شیعہ تھے

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کرنے والے مومنین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اور یہ سب جنتی ہیں۔ جن میں خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا درجہ بہ ترتیب خلافت باقی صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم سے بڑا ہے، اور ان میں سے کسی نے بھی ساری عمر لفظ شیعہ کا بحیثیت مذہب ذکر نہیں فرمایا۔ اور شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خلفائے اربعہ میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلافصل خلیفہ برحق ہیں۔ بالفرض اس عقیدہ کو صحیح تسلیم کیا جائے گا اور حسب دعویٰ شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مذہب شیعہ کا پیروکار تسلیم کیا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر صرف چار پانچ افراد شیعہ مذہب رکھتے تھے۔

(۱)...... چنانچہ فروع کافی جلد سوم کتاب الروضہ ۱۱۵ میں ہے: ''عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ اَهْلُ رِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمُ اِلَّا ثَلٰثَةً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلٰثَةُ فَقَالَ مِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْذَرِّنِ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْهِمْ وَبَرَكَاتُهُمْ''

(ترجمہ) امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سوائے تین کے باقی سب مرتد ہو گئے تھے۔ پس میں نے کہا وہ تین کون ہیں تو امام موصوف نے فرمایا: مقداد، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ صرف تین مومن تھے۔

(۲) ادیب اعظم سید ظفر حسن صاحب امروہوی اصول کافی کی ایک روایت کا ترجمہ لکھتے ہیں: میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے کہا ہماری جماعت کس قدر قلیل ہے کہ اگر دسترخوان پر ایک بکری کھانے بیٹھیں تو اسے تمام نہ کر سکیں۔ فرمایا میں تم کو اس سے زیادہ عجیب بات بتاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مہاجرین وانصار ایمان سے پھر گئے اور پھر ان تین انگلیوں سے اشارہ کیا۔ حمران کہتا ہے میں نے کہا عمار کا کیا حال رہا؟ فرمایا اللہ ان پر رحم کرے ان کی کنیت ابوالقیطان ہے۔ انہوں نے امیرالمومنین کی بیعت کی اور جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ (شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم کتاب الایمان والکفر ۲۶۸)

اس روایت سے معلوم ہوا ہے کہ مذکورہ تین کے علاوہ حضرت عمار بن یاسر بھی مومن تھے اور تین انگلیوں سے مراد وہی تین صحابی ہیں، یعنی سلمان، مقداد، ابوذر۔

(الصافی شرح اصول الکافی ۵۹ جلد دوم)

(۳) شیعوں کے خاتم المحدثین علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت رسول خدا ﷺ کی وفات کے بعد اکثر مہاجرین وانصار نے وصیت احمد مختار اور بیعت حیدر کرار کو ترک کر کے خدا سے شرم نہ کی اور ابوبکر سے بیعت کر لی اور جب سید اولیا دفن سرور انبیاء سے فارغ ہوئے اور بے وفائی اصحاب اور کفر و نفاق ان لوگوں کا مشاہدہ کیا غمگین ہوئے۔ جب رات ہوئی۔ جناب امیر حسنین کو ہمراہ لے کر ایک ایک گھر میں مہاجر وانصار کے تشریف لائے اور ان کو عقوبات الٰہی سے ڈرایا اور وصیت رسول خدا کو جو بمقام خم غدیر فرمائی تھی پڑھ کر سنایا اور ان سے نصرت و یاوری چاہی۔ مگر سوائے چوبیس آدمیوں کے اس گروہ بے شرم سے کسی نے قبول نہ کیا اور جب صبح ہوئی چار آدمیوں سے زیادہ بیعت جناب امیر پر قائم نہ تھے۔ اسی طرح تین رات تک ہر شب جناب امیر ان لوگوں کو دعوت بیعت فرماتے اور ان سے طلب یاری کرتے تھے، مگر بغیر چار آدمیوں کے اور بروایت دیگر تین آدمیوں کے سوا اور کسی نے بیعت قبول نہ کی"۔ (جلاء العیون جلد اول مطبوعہ لکھنو ۱۴۹)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول رب العالمین ﷺ کے بعد خلیفہ بلا فصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ماننے والے صرف تین چار گنتی کے مومن تھے، یعنی شیعوں کی اصطلاح میں صرف تین چار شیعہ تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے شیعہ

(۴)...... خلفائے ثلثہ کے ۲۴ سالہ دور خلافت راشدہ کے بعد جب خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اقتدار خلافت نصیب ہوا۔ اس وقت بھی حقیقی شیعہ برائے نام تھے چنانچہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ: قَدْ عَمِلَتِ الْوُلَاةُ قَبْلِیْ اَعْمَالًا خَالَفُوْا فِیْهَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَعَمِّدِیْنَ لِخِلَافِهٖ نَاقِضِیْنَ لِعَهْدِهٖ مُغَیِّرِیْنَ لِسُنَّتِهٖ وَلَوْ حَمَلْتُ النَّاسَ عَلٰی تَرْکِهَا..........."

"بیشک مجھ سے پہلے والوں (یعنی خلفاء) نے ایسے کام کئے ہیں، جن میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان بوجھ کر مخالفت کی ہے اور آپ کے عہد کو توڑا ہے۔ آپ کی سنت کو تبدیل کرنے والے ہوئے ہیں اور اگر میں لوگوں کو ان (خلاف شرع) کاموں کے چھوڑنے پر آمادہ کروں اور ان کو اپنی اپنی جگہوں پر لے آؤں جس طرح کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں وہ اعمال تھے تو مجھ سے میرا لشکر جدا ہو جائے گا۔ حتی کہ میں تنہا باقی رہ جاؤں یا تھوڑے سے میرے شیعہ میرے ساتھ باقی رہ جائیں گے۔ جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری فضیلت اور میری امامت کی فرضیت پہچانی ہے۔"

(فروع کافی جلد ۳، کتاب الروضہ، ص ۲۹، مطبوعہ لکھنو)

فرمایئے خلافتِ حیدر کرار کے زمانہ میں بھی شیعوں کا یہ حال تھا کہ اگر آپ صحیح احکام شریعت نافذ فرماتے تو وہ سب چھوڑ جاتے اور آپ تنہا یا چند مخلص شیعہ آپ کے پاس باقی رہ جاتے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نہج البلاغۃ کے مندرجہ خطبوں میں اپنے دشمن کو ملامت کی ہے اور ان سے بیزاری کا اعلان کیا ہے۔ بخوفِ طوالت ہم وہ عبارتیں یہاں درج نہیں کرتے۔

خلافت امام حسن رضی اللہ عنہ میں شیعوں کا کردار

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قریباً چھ سالہ دور خلافت کے بعد جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے جانشین بنے۔ تو آپ نے اپنے شیعوں کی بے وفائی اور بزدلی سے تنگ آ کر اپنی خلافت کو ہی چھوڑ دیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ چنانچہ علامہ

باقر مجلسی لکھتے ہیں:

(۵)......روایت ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ پر مدائن میں خنجر مارا گیا۔ زید بن وھب جہنی امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا، اس وقت حضرت کو درد والم تھا۔ زید نے کہا یا ابن رسول اللہ کیا مصلحت ہے، بدرستیکہ لوگ اس کام میں متحیر ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ بخدا سوگند اس جماعت سے میرے لئے معاویہ بہتر ہے یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا سوگند اگر معاویہ سے میں عہد لوں اور اپنا خون حفظ کروں اور اپنے اہل وعیال میں امن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں اور میرے اہل وعیال وعزیز وقریب ضائع ہو جائیں۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں یہی لوگ مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر معاویہ کو دے دیں۔

(جلاء العیون اردو جلد اول ۲۷۶)

یہ ہیں امام حسن رضی اللہ عنہ کے دور کے شیعہ، جن سے آپ جان چھڑا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کر رہے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان سے بہتر فرما رہے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دور

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو اس گروہ نے کیا وہ اظہر من الشمس ہے۔ کوفہ میں امام مسلم کو شہید کرایا اور فریب سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بلایا اور راستہ میں میدان کربلا میں آپ کے مقابلہ میں آئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد صرف پانچ شیعہ رہ گئے

(۶)......قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں: از حضرت زین العابدین روایت کردہ اند کہ مے فرمایند کہ تمام مردم بعد از قتل حسین مرتد شدند الا پنج کس۔ ابو خالد ویحییٰ بن ام

الطویل۔ وجبیر بن مطعم وجابر بن عبداللہ انصاری وشبکہ خرم محترم حضرت امام حسین بود۔

(مجالس المومنین مجلس پنجم ۱۴۵)

ترجمہ: اور امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام سب مرتد ہو گئے لیکن پانچ آدمی۔ ابو خالد کابلی اور یحییٰ بن ام الطویل اور جبیر بن مطعم اور جابر بن عبداللہ انصاری اور شبکہ کہ جو حرم محترم امام حسین علیہ السلام تھے۔ (مجالس المومنین مترجم ۴۹۵) مطبوعہ شمسی مشین پریس آگرہ ہندوستان۔

فرمایئے جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم قربانی کے باوجود بھی صرف پانچ شیعہ باقی رہ گئے تو آپ کی شہادت سے اُمت کو کیا فائدہ پہنچا؟ اور اسلام کیسے زندہ ہو گیا۔

نہ سوچو گے تو پھر سوچو گے تم یہ داستاں کب تک

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تین بھی خالص شیعہ نہ تھے

(۷)..... فرمایا ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) نے ابو بصیر خدا کی قسم اگر میں تم میں تین شیعہ امامیہ پالیتا جو از راہ تقیہ ہماری بات کو بصیغہ راز رکھتے تو میرے لئے اپنی بات کو ان سے چھپانا جائز ہوتا'' (شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ۲۶۷)

لیجئے امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں پانچ تو تھے لیکن بعد میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں آپ کو صرف تین راز دار شیعہ بھی نہ مل سکے۔ عبرت، عبرت، عبرت

(۸)..... سدیر صیرفی جو کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں کی ایک طویل روایت کے آخری حصہ میں ہے کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لڑکی کو بکریاں چراتے دیکھا۔ فرمایا اے سدیر اگر میرے شیعہ بقدر ان بکریوں کے ہوتے تو میں خروج کرتا (یعنی حکومت سے جنگ کرتا۔ ہم وہاں سے اترے اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد میں نے ان

بکریوں کو شمار کیا تو ان کی تعداد سترہ تھی۔" (ایضاً شافی ترجمہ اصول کافی ۲۶۷)

جب ۱۷ شیعہ بھی آپ کے پاس نہیں تو تقیہ کیوں نہ فرماتے۔

امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو صرف ایک مخلص شیعہ نصیب ہوا

(۹)...... قاضی نوراللہ شوستری لکھتے ہیں: صاحب رجال کشی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرماتے تھے عبداللہ بن ابی یعفور حاریین امام محمد باقر وامام جعفر صادق علیہم السلام میں سے تھے اور حضرت فرماتے تھے کہ میں نے کسی کو ایسا نہیں پایا کہ جو میری وصیت قبول کرے اور میرے امر کی اطاعت کرے سوائے عبداللہ بن ابی یعفور کے اور جب انہوں نے وفات کی تو حضرت نے ان کے لئے دعائے رحمت کی"

(مجالس المومنین مترجم ۴۹۷)

(۱۰)...... کتاب رجال کشی میں مذکور ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے کسی کو ایسا نہیں پایا کہ جو میرے امر کو اختیار کرے اور میرے پدر بزرگوار کے اصحاب کے قدم بقدم چلے سوائے دو شخصوں کے ان کے خاندان پر اپنی رحمت فرمائے۔ ایک عبداللہ بن ابی یعفور۔ دوسرے حمران بن ایمن لیکن یہ دونوں ہمارے شیعوں میں مومنین خالصین میں سے ہیں۔ (ایضاً ۴۹۷) امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص شیعہ کی تعداد ۲ تک پہنچ گئی۔

(۱۱)...... جو برائے نام محب بنے ہوئے تھے ان کی حقیقت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ خود یہ فرماتے ہیں: لَوْ مَيَّزْتُ شِيْعَتِيْ مَا وَجَدْتُّهُمْ اِلَّا وَاصِفَةً وَلَوِ امْتَحَنْتُهُمْ لَمَا وَجَدْتُّهُمْ اِلَّا مُرْتَدِّيْنَ۔ (فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ۱۰۷)

(یعنی اگر میں شیعوں میں امتیاز کروں تو نہ پاؤں ان کو مگر صرف زبانی تعریفیں کرنے والے۔ اور اگر میں ان کا امتحان لوں تو ان سب کو مرتد پاؤں"۔

یہ ہیں امام کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے شیعہ حضرات۔

اللہ تعالیٰ شیعوں پر غضبناک ہوا

(۱۲)......امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ غضبناک ہوا ہمارے شیعوں پر (بہ سبب ترک تقیہ) پس اختیار دیا مجھے اپنے اور ان کے قتل ہونے کے درمیان پس میں نے اپنی جان دے کر ان کو بچالیا۔ (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول کتاب الحجت ۲۹۷)

یہ ہے امام کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں شیعوں کا حال کہ مغضوب علیہم ٹھہرائے گئے اور بعد کے ادوار میں بھی شیعوں کا یہی حال رہا۔ اس لئے آئمہ عظام تقیہ جیسی عبادت میں ہی زندگیاں گزارتے رہے اور حق گوئی اور جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ سرانجام نہ دیا۔

دور امام غائب

(۱۳)......اور امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد از روئے عقیدہ شیعہ آخری امام حضرت مہدی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہو کر بچپن ہی میں ۲۳ رمضان ۲۵۹ھ سے غائب ہو گئے ہیں کہ غیبت صغریٰ کے زمانے میں تو سفراء کے ذریعہ ان کے حالات شیعوں کو کچھ معلوم ہو جاتے تھے لیکن جب سے غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوا ہے۔ صدی پہ صدی گزر رہی ہے کہ امام غائب کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ شیعہ علماء و مجتہدین آپ کے جلدی ظہور کے لئے دعائیں بھی بہت مانگتے رہتے ہیں، لیکن قبول نہیں ہوتیں۔

جب ۳۱۳ شیعہ پورے ہوں گے تو امام غائب ظاہر ہونگے

(۱۴)......بقول شیعہ حضرت امام مہدی اس وقت ظاہر ہوں گے جب آپ کے مخلص شیعوں کی تعداد تین سو تیرہ پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ علامہ خلیل قزوینی صافی شرح اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ: منقول است کہ اگر عدد ایشان بسی صد و سیزدہ کس باہیئت اجتماعی رسد امام ظاہر می شود (کتاب الحجۃ ۳۶) (منقول ہے کہ اگر اجتماعی حیثیت سے آپ

کے تابعداروں کی تعداد تین سو تیرہ کو پہنچ جائے تو امام غائب ظاہر ہو جائیں۔)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواہ شیعیت کے مدعی، ماتمی صاحبان کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں سے بھی متجاوز ہو جائے، حقیقتاً شیعہ نہیں ہیں۔ ورنہ حضرت مہدی ضرور ظاہر ہو جاتے۔ یہ صرف تماشائی شیعہ ہیں۔ جو ماتمی ہنگاموں کی پیداوار ہیں۔ اہل تشیع شیعہ کی تعداد میں جھوٹا اضافہ ہونے پر کس وجہ سے نازاں ہیں؟ خدا جانے وہ حضرت امام غائب کے رجسٹر میں درج شدہ شیعہ حضرات میں شامل ہیں یا نہیں۔

(۱۵)......شیعہ ذاکر علامہ محمد حسین صاحب آئمہ کی احادیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں ''امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ: ہمارے شیعہ بس وہی ہیں جو ہماری متابعت کرتے ہیں اور مخالفت نہیں کرتے اور جب ہم خوف زدہ ہوں تو وہ بھی خائف ہوتے ہیں اور جب ہم امن واطمینان سے ہوں تو وہ بھی امن سے ہوتے ہیں۔ یہی ہیں ہمارے شیعہ''۔

(احسن الفوائد ۲۸۸)

بے نماز اور مخالف شریعت شیعوں کا نام خارج کر دیا جاتا ہے

شیعہ مولوی محمد حسین صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

(۱۶)......یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص عمداً احکام شرعیہ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتا ہے اور واجبات کی بجا آوری اور محرمات کے ارتکاب کی کوئی پروا نہیں کرتا تو اس کا نام شیعان علی علیہ السلام کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان کی شفاعت کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جناب صادق علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: لَاتَنَالُ شَفَاعَتُنَا اِسْتَخَفَّ بِصَلٰوتِهٖ۔ جو شخص نماز کو خفیف وسبک سمجھے گا۔ اس کو ہماری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ ایسا ہی جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔

(رسائل الشیعہ وغیرہ، احسن الفوائد ۲۸۸)

لیجئے! شیعیت کی اس کسوٹی پر ماتمیوں کو پرکھ لیجئے کہ کن کن کا نام شیعان علی کی فہرست میں باقی رہ سکتا ہے۔اور کتنے وہ ہیں جن کے نام اس فہرست سے خارج ہو چکے ہیں،تو پھر ماتمیوں کو سینہ کوبی اور زنجیر زنی بلکہ آگ میں ماتم سے کیا فائدہ؟ کیونکہ عموماً یہ لوگ بے نمازی ہوتے ہیں۔اور سنت وشریعت کے ساتھ ان کی زندگی کا کوئی رابطہ نہیں ہوتا۔وہ بیچارے تو اس خوشی میں ماتم کرتے ہیں اور اپنے بدن کو لہولہان کرتے ہیں کہ نماز اور روزہ وغیرہ فرائض اسلامیہ کی بجا آوری نہ سہی۔جب غم حسین میں ایک قطرہ آنسو بہانے سے جنت مل جاتی ہے۔تو ہمارے اس پرزور خونی ماتم سے تو ہمارے درجات جنت میں اور زیادہ بلند ہو جائیں گے۔یہی وجہ ہے کہ کرایہ کے ماتمی بھی درآمد کئے جاتے ہیں جن کو باضابطہ فنی طور پر ماتم کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔وہ دور دور تک مجالس حسین میں اپنے فن ماتم کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جو لوگ اپنا مال خرچ کر کے ایسے ماتمیوں کو مہیا کرتے ہیں وہ خود برائے نام سینہ پر آہستہ آہستہ ہاتھ مارتے ہیں اور ذاکرین وعلماء اور مجتہدین حضرات تو منہ اور سینہ کوٹنے کی کوئی تکلیف نہیں اٹھاتے۔محض ایک رسم کے ہاؤ ہو پوری کر لیتے ہیں۔اور ان سب ماتمی حضرات کو خواہ وہ ماتم کرنے والے ہوں یا ماتم کرانے والے ہوں یا ماتم مروجہ کے سنت وعبادت ہونے پر دھواں دھار تقاریر کرنے والے ہوں یہی امید ہوتی ہے کہ ہماری آخرت میں بخشش ہو جائے گی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے ہم سب کو جنت کا ٹکٹ نصیب ہوگا۔لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔شیعہ علامہ مولوی محمد حسین صاحب نے احادیث آئمہ پیش کر کے ان سب ماتمیوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔کیا اس کے بعد بھی خلاف شرع اور بے نماز ماتمیوں کو ماتم سے کوئی مذہبی اُخروی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور سنی مذہب کے ترک کر کے جو لوگ عموماً شیعہ بنتے ہیں وہ تو شریعت کی بندشوں سے آزادی کے طالب ہوتے ہیں یا تماشہ بینی میں مبتلا ہو کر شیعہ بن جاتے ہیں۔

وہ بھی اپنا انجام سوچ لیں کہ سنی مذہب چھوڑ کر شیعہ بن جانے کا ان کو کیا فائدہ ہوا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

انصاف فرمائیں کہ جب چوری، ڈاکہ زنی، اغواء، جوا، شراب، بد دیانتی، حرام خوری، رشوت، جھوٹ، بے حیائی، بے پردگی، سینما، تھیٹر، میلوں، تماشوں سب شرعی منکرات میں ترقی ہو رہی ہے اور علمائے اسلام، زعمائے ملّت، لیڈران قوم اور مصلحین اُمت کی مساعی کے باوجود ان میں کمی نظر نہیں آرہی، تو اگر اس بگڑے ہوئے معاشرہ میں ماتمی ہنگاموں میں شدت پیدا ہو جائے تو اس کی بنا پر کتاب وسنت کے اصول پر حرام ماتم کو عبادت کی سند کیسے مل سکتی ہے؟ اور اس سے مذہب اہل سنت والجماعت کی حقانیت میں کیا فرق پڑ سکتا ہے؟ ماتم کی آندھیاں نجوم ہدایت کی روشنی کو کیونکر زائل کر سکتی ہیں۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا۔
(ظفر علی خاں مرحوم)

لفظ شیعہ کی بحث، شیعہ کا لغوی معنی

(۱۷)......عربی لغت میں لفظ شیعہ کا اطلاق کسی گروہ پر کیا جاتا ہے۔ یا کسی شخص کے پیروکاروں اور مددگاروں پر۔

چنانچہ (ا) المنجد میں ہے اَلشِّيْعَةُ اَتْبَاعُ الرَّجُلِ وَالْاَنْصَار۔ (ب) شیعہ کسی مرد کے پیروں اور مددگاروں کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع شِيَعٌ اور اَشْيَاعٌ ہے۔ (الفرقہ) شیعہ۔ فرقہ اور گروہ کو بھی کہتے ہیں۔ (ج) منتھی الارب میں ہے۔ شِيْعَةُ

الرَّجُلِ بِالْکَسْرِ پیروان ویاران مرد۔ کسی مرد کے شیعہ وہ ہیں جو اس کے پیرو اور مددگار ہوں۔(د) بیان اللسان میں ہے۔شیعہ پیچھے چلنے والا اور مددگار، گروہ، جمع، ٹولی، قاموس میں ہے۔شِیْعَةُ الرَّجُلِ بِالْکَسْرِ اَتْبَاعُه وَاَنْصَارُه وَالْفِرْقَةُ عَلٰی حِدَةٍ۔ کسی مرد کے شیعہ اس کی پیروی اور مدد کرنے والوں کو کہتے ہیں اور شیعہ کسی علیحدہ فرقہ اور گروہ کو بھی کہتے ہیں۔اس کی جمع اشیاع اور شیع آتی ہے۔کتب لغت سے معلوم ہوا کہ عربی زبان میں لفظ شیعہ کسی گروہ اور فرقہ پر بولا جاتا ہے یا کسی مرد کے پیروکاروں اور مددگاروں پر۔

قرآن مجید میں لفظ شیعہ کا استعمال

(۱۸)......لغوی معنی کے اعتبار سے لفظ شیعہ قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں مستعمل ہے۔(۱)''اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا''

(سورۃ القصص۔آیت نمبر ۴)

اس آیت میں لفظ شِیَعًا جمع شیعہ کی ہے بمعنی گروہ۔مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ یہ ہے: فرعون زمین مصر میں بہت چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو بہت تقسیم کر رکھا تھا'' تفسیر میں لکھتے ہیں: اس طرح کچھ قبطیوں کو معزز بنا رکھا تھا اور کچھ قبطیوں یعنی بنی اسرائیل کو پست اور خوار کر رکھا تھا۔(بیان القرآن)(ب) مولوی مقبول احمد صاحب شیعہ مفسر نے یہ ترجمہ لکھا ہے: بیشک فرعون اس سرزمین میں غالب تھا اور اس کے باشندوں کو اس نے کئی گروہ بنا دیا تھا''۔

(۱۹)......''اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ''

(سورۃ انعام،آیت نمبر ۱۵۹)

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ بن گئے۔آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں'' ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ب) بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو جدا جدا

کر دیا اور گروہ گروہ ہو گئے۔ تم کو ان سے کسی معاملہ میں سروکار نہیں" (ترجمہ مقبول)

(۲۰)......"وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ - مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَ كَانُوا شِيَعًا" (سورۃ الروم، آیت نمبر ۳۱-۳۲)

اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کر لیا اور بہت سے گروہ ہو گئے" (ترجمہ مولانا تھانویؒ) (ب) اور مشرکوں میں سے نہ ہونا (یعنی) ان میں سے جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ ہو گئے۔" (ترجمہ مقبول)

(۲۱)......"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ... وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ" (سورۃ الحجر، آیت نمبر ۱۰، ۱۱)

(ا) اور ہم نے آپ سے قبل بھی (پیغمبروں کو) اگلے لوگوں کے گروہوں میں بھیجا تھا۔ اور کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو"۔ (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) اور بالتحقیق ہم نے تم سے پہلے اگلے گروہوں میں بھی رسول بھیجے تھے اور ایک رسول بھی ان کے پاس ایسا نہ آتا تھا کہ وہ اس کی ہنسی نہ اڑاتے ہوں" (ترجمہ مقبول)

(۲۲)......"فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا" (سورۃ مریم، آیت نمبر ۶۸، ۶۹)

سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (اس وقت) جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی۔ پھر ان کو دوزخ کے گرد گھٹنوں کے بل حاضر کریں گے پھر ضرور ہم ہر گروہ میں سے ان کو الگ کریں گے جو خدا کے برخلاف زیادہ نافرمانی کرنے والے تھے" (ترجمہ مقبول)

(۲۳)......"قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ......" (سورۃ الانعام، آیت نمبر ۶۵)

آپ کہیئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑاوے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھادے"۔(ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) کہہ دو کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر کی طرف سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کی نیچے سے یا تمہارے ایک گروہ کو دوسرے سے بھڑادے اور تم سے ایک کی سختی کا مزہ دوسرے کو چکھادے"۔(ترجمہ مقبول)

(۲۴)......"وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" (سورۃ القمر، آیت نمبر ۵۱)

اور ہم تمہارے طریقہ کے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے"(ب) اور ہم تمہارے ہمسروں کو ضرور ہلاک کر چکے ہیں۔پس ہے کوئی نصیحت پانے والا۔(ترجمہ مقبول)

(۲۵)......" .... كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ" (سورہ سبا، آیت نمبر ۵۴)

جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ بھی یہی (برتاؤ) کیا جاوے گا جو ان سے پہلے تھے کیونکہ یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا(مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)(ب) جیسا کہ ان سے پہلے گروہوں کے بارے میں کیا گیا ہے کہ بیشک وہ سب پریشان کر دینے والے شک میں تھے"۔(ترجمہ مقبول)

ان آیات میں لفظ شیعہ یا اس کی جمع شیع اور اشیاع ان لوگوں پر اطلاق کیا گیا ہے جو کافر نافرمان اور مستحق عذاب تھے۔ اگر شیعہ کوئی مذہبی نام ہے تو پھر یہ سارے شیعہ جہنمی ہوتے ہیں۔ کیا کوئی باشعور شیعہ عالم یہ مطلب تسلیم کر سکتا ہے۔ لیکن بعض شیعہ مذہب کے نادان دوست ذاکر یا مولوی حسب ذیل دو آیتوں سے شیعہ مذہب کے قرآن میں مذکور نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

(۲۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں فرمایا۔ ''وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ'' (سورۃ القصص، آیت نمبر ۱۵)

اور موسیٰ شہر میں (یعنی مصر میں کہیں باہر سے) ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے اکثر باشندے بے خبر (پڑے سو رہے) تھے تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ایک تو ان کی برادری میں سے تھا اور دوسرا ان کے مخالفین میں سے تھا سو وہ جو ان کی برادری کا تھا اس نے موسیٰ علیہ السلام سے اس کے مقابلہ میں جو کہ ان کے مخالفین میں سے تھا مدد چاہی تو موسیٰ نے اس کو ایک گھونسا مارا سو اس کا کام ہی تمام کر دیا۔ (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) مولوی مقبول احمد صاحب کا ترجمہ یہ ہے: اور وہ شہر میں ایسے وقت جبکہ اہل شہر غافل تھے پہنچے تو اُس میں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا ایک تو ان کے گروہ میں سے تھا اور ایک ان کے دشمنوں میں سے پس اس شخص نے جو ان کے گروہ میں سے تھا اس شخص کے برخلاف جو ان کے دشمنوں سے تھا ان سے استغاثہ کیا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک گھونسا مارا کہ اس کا خاتمہ ہو گیا۔

اس آیت کی تفسیر میں مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی شیعہ مفسر لکھتے ہیں۔ تفسیر مجمع

البیان میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق نے فرمایا کہ یہ نام مبارک ہو کسی نے عرض کی حضور کونسا نام؟ فرمایا شیعہ۔ پھر پوری یہی آیت تلاوت فرمائی''۔

(۲۷)......وضاحت نمبر ا:۔ اس آیت میں لفظ شیعہ کے تحت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو یہ منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم کو یہ نام مبارک ہو' یہ بالکل غلط ہے جو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے آیت میں لفظ شیعہ کسی مذہبی معنی میں استعمال ہی نہیں ہوا بلکہ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہے اور خود مولوی مقبول احمد صاحب نے بھی دونوں جگہ لفظ شیعہ کا ترجمہ گروہ کیا ہے۔

(۲۸)......حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لفظ شیعہ سے مراد برادری لی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل میں سے تھا۔ اس بنا پر لفظ شیعہ کا کوئی مذہبی معنی یہاں سے ثابت نہیں ہوتا۔

(۲۹)......اگر علمائے شیعہ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ یہاں لفظ شیعہ مذہبی نام کے طور پر مذکور ہے تو یہ بھی ان کے خلاف ہی پڑتا ہے۔ چنانچہ اسی شیعہ کے بارے میں دوسری آیتوں میں مذکور ہے۔'' فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ۝ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ۝'' (سورۃ القصص، آیت نمبر ۱۸، ۱۹)

پھر موسیٰ کو شہر میں صبح ہوئی خوف اور وحشت کی حالت میں کہ اچانک وہی شخص جس نے کل گزشتہ میں ان سے امداد چاہی ہے وہ پھر ان کو پکار رہا ہے۔ موسیٰ اس سے فرمانے لگے بیشک تو صریح بدراہ ہے تو جب موسیٰ نے اس پر ہاتھ بڑھایا جو دونوں کا مخالف تھا وہ

اسرائیلی کہنے لگا اے موسیٰ کیا مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک آدمی کو قتل کر چکے ہو بس تم دنیا میں اپنا زور بٹھلانا چاہتے ہو اور صلح کروانا نہیں چاہتے" (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

شیعہ مولوی مقبول احمد صاحب لکھتے ہیں۔ پس موسیٰ نے اس شہر میں اس حال میں صبح کی کہ خوف بھی کھاتے تھے اور آس بھی لگائے ہوتے تھے۔ یکا یک دیکھتے کیا ہیں کہ جس شخص نے کل ان سے مدد مانگی تھی (آج بھی) ان کو پکار رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تو صریح گمراہ ہے۔ پھر جب یہ ارادہ کیا کہ اس شخص کو جو ان دونوں کا دشمن تھا مغلوب کر دیں تو اس نے یہ کہا کہ اے موسیٰ کیا تم یہ جانتے ہو کہ مجھے بھی اسی طرح قتل کر دو۔ جس طرح تم نے کل ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ پس تم یہی چاہتے ہو کہ اس زمین میں بڑے سرکش بن جاؤ اور یہ نہیں چاہتے کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو"۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ جس شیعہ کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں آیا ہے وہ سخت گمراہ تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا۔ اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ۔ جس کا ترجمہ مولوی مقبول صاحب بھی لکھتے ہیں کہ تو صریح گمراہ ہے" اور مولوی محمد حسین صاحب شیعہ علامہ کی عبارت ائمہ کے حوالے سے احسن الفوائد کی پہلے نقل کی جا چکی ہے کہ جو لوگ بے نماز اور گمراہ ہیں ان کو شیعوں کی فہرست سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

(۳۰)...... یہ اسرائیلی شیعہ جس کا ذکر زیر بحث آیت میں ہے اتنا شریر گمراہ اور سرکش تھا کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی یہ گستاخانہ کلام کیا کہ: اے موسیٰ کیا مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک آدمی کو قتل کر چکے ہو۔ بس تم دنیا میں اپنا زور بٹھلانا چاہتے ہو اور صلح کروانا نہیں چاہتے" حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس قسم کے شیعہ سے سابقہ پڑا ہے اسی قسم کے شیعوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے اپنی جان بچائی۔ ایسے شیعوں نے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا سامان بھی لوٹ لیا تھا اور

آپ کے قتل کے لئے بھی آمادہ تھے۔اور بعد کے آئمہ کو بھی ایسے ہی شیعہ نصیب ہوئے تھے جیسا کہ بحوالہ کتب پہلے ثابت کر دیا گیا تعجب ہے کہ جس شخص کو حضرت موسیٰ علیہ السلام صریح گمراہ فرماتے ہیں اور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی معاف نہیں کرتا۔شیعہ مفسرین اس کی نسبت سے لفظ شیعہ کو مبارک مانتے ہیں اور اس کو اپنا مذہبی نام قرار دیتے ہیں چنانچہ مولوی امداد حسین صاحب کاظمی بھی ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: قرآن مجید کی دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں اور ان کے دین پر چلنے والوں کو شیعہ ہی کہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے۔''وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ'' (سورۃ الصافات، آیت نمبر ۸۳)

ترجمہ:۔ اور یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی نوح کے شیعوں میں سے تھے) اور اس آیت مجیدہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو شیعہ ہی کہا ہے اور جو نبی کا شیعہ نہ تھا اسے عدوہ (اس کا دشمن) کہا ہے'' تفسیر المتقین

یہ دلیل امام باڑوں میں مجالس ماتم کی تقاریر میں تو مقبول ہو سکتی ہے۔لیکن علمی معیار پر بالکل بے بنیاد اور مضحکہ خیز ہے۔یہاں قرآن میں شیعوں کے جس فرد کا ذکر ہے وہ تو سخت گمراہ، شریر اور جھگڑالو تھا۔کیا ایسے لوگوں کو انبیاء علیہم السلام کے پیروکار اور دین پر چلنے والا کہا جا سکتا ہے؟ اگر شیعہ کا مفہوم یہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشادات سے ثابت ہے تو آپ کو مبارک ہو۔

(۳۱)...... یہ شیعہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایسا پیروکار اور محب ثابت ہوا کہ اسی کی باتوں سے آپ کے مخالف قبطی (فرعونی) شخص کو معلوم ہوا کہ کل جو شخص مارا گیا ہے اس کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہی قتل کیا تھا، چنانچہ اس نے یہ خبر جا کر فرعون کے پاس پہنچا دی۔اور امام موسیٰ کاظم نے بھی ایسے ہی شیعوں کے متعلق فرمایا ہے کہ انہوں نے ہمارا راز

امامت فاش کر دیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آ گئے ہیں۔

(۳۲)......مندرجہ آیات میں حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قال موسیٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي کا قائل اس اسرائیلی شخص کو قرار دیا ہے جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سخت گمراہ فرمایا ہے۔ یہاں شبہ یہ ہوتا ہے کہ آپ نے تو فرعونی یعنی قبطی کو مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے یہ جواب تو قبطی کی طرف سے ہوسکتا ہے نہ کہ اسرائیلی شیعہ کی طرف سے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو ارادہ تو قبطی کو پکڑنے کا کیا لیکن اسرائیلی شیعہ پر چونکہ آپ پہلے غضبناک ہو چکے تھے اس لئے اس نے یہ گمان کیا کہ شاید مجھ کو ہی پکڑنے والے ہیں اس لئے اُسی نے یہ مخالفانہ باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیں۔ دوسرا قرینہ اس کا یہ ہے کہ قبطی کو تو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ کل جو شخص قتل ہوا تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہوا تھا۔ اس لئے فرعونی لوگ قاتل کی تحقیق کر رہے تھے۔ تو جب فرعونیوں کو ابھی تک یہ علم بھی نہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے آدمی کو قتل کیا ہے تو وہ فرعونی یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ کل بھی آپ نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا۔ یہ قول تو اس اسرائیلی شیعہ ہی کا ہوسکتا ہے جس کی مدد کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو گزشتہ روز ایک گھونسا مارا تھا۔ جس کی تاب نہ لاکر وہ مر گیا۔

(۳۳)......مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی بریلوی لکھتے ہیں: اسرائیلی غلطی سے یہ سمجھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے خفا ہیں مجھے پکڑنا چاہتے ہیں یہ سمجھ کر وہ بولا اے موسیٰ علیہ السلام کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا؟ فرعونی نے یہ بات سنی اور جا کر فرعون کو اطلاع دی کہ کل کے فرعونی مقتول کے قاتل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا" اور تفسیر خازن۔ تفسیر مظہری اور تفسیر حقانی وغیرہ میں قال یموسیٰ کا قائل اسی اسرائیلی کو قرار دیا گیا ہے

جو ناتمی علماء کے نزدیک شیعہ مذہب رکھتا تھا اور یہ بھی فرمائیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس اسرائیلی شیعہ نے جو الزام دیا کیا اس کے بعد وہ مومن رہ گیا تھا؟

(۳۴)......مولوی مقبول احمد صاحب شیعہ مفسر بھی اس اسرائیلی کے متعلق لکھتے ہیں کہ: جلاء العیون میں جناب امام رضا رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ کل تو ایک شخص سے لڑا تھا اور آج اس سے لڑ رہا ہے (تو پکا مُفسد ہے) میں تیری ضرور خبر لوں گا یہ فرما کر اس کے پیٹنے کا......الخ

لیجئے مولوی مقبول احمد صاحب نے بھی حسب ارشاد امام رضا اس اسرائیلی شیعہ کا پکا مفسد ہونے کی سند عطا کر دی۔ کیا یہی وہ مایہ ناز شیعہ ہے جس کے متعلق مولوی امداد حسین صاحب کاظمی نے لکھا ہے کہ: اس آیت مجیدہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو شیعہ ہی کہا ہے اور جو نبی کا شیعہ نہ تھا اسے عدوہ (اس کا دشمن) کہا ہے" (تفسیر المتقین)

کاظمی صاحب کا ایک اور علمی نکتہ

(۳۵)......شیعہ مولوی امداد حسین صاحب کاظمی مندرجہ آیت کی تفسیر میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ "قرآن مجید میں بعض مقامات پر یہ لفظ شِیَعًا بھی آتا ہے اگرچہ دونوں کا مادہ ایک ہی ہے اور اس کے معنی پیروکار، مددگار، پیچھے چلنے والے گروہ، پارٹی۔۔۔لیکن ایک ناقد اور مبصر پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی انبیا علیہم السلام کے پیروکاروں اور ان کے دین پر چلنے والوں کا ذکر آیا ہے وہاں ان کو شیعہ کہا گیا ہے۔ لیکن جہاں دشمنان خدا اور کفار وغیرہ کے پیروکاروں کا ذکر آیا ہے وہاں انہیں شِیَعًا کہا گیا ہے پس فرق ظاہر ہے۔ دین خدا پر چلنے والے اور نبیوں کے پیروکار شیعہ ہیں اور کافروں کے چیلے چانٹے شِیَعًا ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں" (تفسیر المتقین)

(۳۶)......وضاحت نمبر ۲:۔ کاظمی صاحب نے یہ کوئی علمی نکتہ نہیں بیان کیا بلکہ یہ

ان کا ایک چکمہ ہے جو شیعہ عوام کو خوش کرنے کے لئے تراشا گیا ہے۔کیا کاظمی صاحب نے لفظ شیعہ کی تحقیق کے لئے کتب لغت کی ورق گردانی نہیں کی۔اور کیا کاظمی صاحب واحد اور جمع کا بھی فرق نہیں سمجھتے۔لفظ شیعہ کی بحث کے شروع میں کتب لغت المنجد منتہی الادب اور قاموس کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔کہ شیعاً اور اشیاع دونوں لفظ شیعہ کی جمع ہیں۔شیعہ کا معنی ایک گروہ اور اشیاع اور شیعاً کا معنی بہت سے گروہ ہیں۔فرق صرف واحد اور جمع کا ہے۔معنوی طور پر کوئی ان میں یہ فرق نہیں ہے کہ لفظ شیعہ مومنین کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور لفظ شِیَعٌ کافرین کے لئے۔کیا کاظمی صاحب اتنا بھی نہیں جانتے کہ لفظ واحد کا معنی جمع میں محفوظ رہتا ہے۔مثلاً عالم کی جمع علماء ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ لفظ عالم تو اچھے معنی میں استعمال ہو اور اس کی جمع علماء برے معنی میں۔البتہ اضافت کی وجہ سے ان الفاظ کے مطلب میں فرق پڑ سکتا ہے وہ بھی مضاف الیہ کی وجہ سے، نہ کہ واحد اور جمع کے فرق کی بنا پر۔

(۳۷)...... یہ بھی آپ کا لکھنا بالکل غلط ہے قرآن مجید میں جہاں بھی انبیا علیہم السلام وغیرہ کے پیروکاروں اور ان کے دین پر چلنے والوں کا ذکر آیا ہے وہاں ان کو شیعہ کہا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں کفار کے لئے بھی حسب ذیل آیات میں لفظ شیعہ مذکور ہے:

''فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا''

(سورۃ مریم، آیت نمبر، ۶۸،۶۹)

سابقہ آیات کے تحت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی مقبول احمد صاحب کے تراجم پہلے پیش کر دیئے گئے ہیں۔اب آپ اپنا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیں: پس تمہارے پروردگار کی قسم ہم ضرور ان کو اور شیطانوں کو (قیامت کے دن) اکٹھا کریں گے۔پھر ضرور ہم دوزخ

کے گرد زانوؤں کے بل (اندھے) گرے ہوئے حاضر کریں گے۔ پھر ہم ضرور گروہ میں سے ان کو الگ کر دیں گے جو (خدائے) رحمن کے برخلاف سب سے زیادہ سرکش رہا ہوگا"
(تفسیر المتقین)

فرمایئے۔ اس آیت میں لفظ شیعہ سے مراد کفار کا گروہ ہے یا نہیں؟ اور مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ترجمہ یہ ہے:۔

تو تمہارے رب کی قسم ہم انہیں دوزخ کے آس پاس حاضر کریں گے گھٹنوں کے بل گرے۔ پھر ہم ہر گروہ سے نکالیں گے جو ان میں رحمن پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا" اور مولانا مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی بریلوی نے تفسیر میں ہر گروہ سے کفار کا گروہ مراد لیا ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ: بعض روایات میں ہے کہ کفار سب کے سب جہنم کے گرد زنجیروں میں جکڑے طوق ڈالے ہوئے حاضر کئے جائیں گے پھر جو کفر و سرکشی میں اشد ہونگے وہ پہلے جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: یعنی منکرین کے فرقہ میں جو زیادہ بدمعاش، سرکش اور اکڑ باز تھے انہیں عام مجرموں سے علیحدہ کر لیا جائے گا، پھر ان میں بھی جو بہت زیادہ سزا کے لائق اور دوزخ کا حقدار ہوگا۔ وہ خدا کے علم میں ہے اس کو دوسرے مجرموں سے پہلے آگ میں جھونکا جائے گا، تو جب قرآن کی آیت مذکورسے ہی یہ ثابت ہوگیا کہ لفظ شیعہ کافروں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے تو یہ دعویٰ آپ کا باطل ہوگیا کہ کفار کے لئے قرآن مجید میں لفظ شیعاً آیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں کے لئے لفظ شیعہ۔ اور یہ کہ "دین خدا پر چلنے والے اور نبیوں کے پیروکار شیعہ ہیں اور کافروں کے چیلے چانٹے شیعاً ہیں۔ فیاللعجب

آیت وان من شیعتہٖ لابراھیمؑ کی بحث

(۳۸)......اس آیت میں بھی شیعہ کا لفظ آیا ہے۔

"سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ۝ وَ اِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ ۝ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝" (سورۃ الصفت، آیت نمبر ۷۹ تا ۸۴)

نوح علیہ السلام پر سلام ہو، عالموں میں ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو (یعنی کافروں کو) غرق کر دیا اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے"۔ (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی آیت زیر بحث کا ترجمہ لکھتے ہیں: اور اس کی راہ والوں میں ہے ابراہیم۔

(ج) مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں: اور بیشک اسی کے گروہ سے ابراہیم ہے جب کہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا غیر سے سلامت دل لے کر۔

(د) شیعہ مولوی امداد حسین صاحب کاظمی کا ترجمہ یہ ہے: اور یقیناً ابراہیم ضرور اس کے شیعوں (پیروکاروں) میں سے تھا"

(ر) شیعہ مولوی فرمان علی صاحب لکھتے ہیں یقیناً ان کے طریقہ پر چلنے والوں میں ابرہیم بھی ضرور تھے" مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے۔ اور یقیناً ابراہیم بھی ان کے پیرووں میں سے تھے"

آیت کی مراد

شیعہ مولوی امداد حسین صاحب کاظمی اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی لکھتے ہیں: تفسیر صافی

صفحہ ۴۲۸ پر بحوالہ تفسیر مجمع البیان وتفسیر قمی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ تمہیں یہ اسم مبارک ہو۔ عرض کیا گیا۔ کونسا؟ آپ نے فرمایا۔ شیعہ۔ عرض کیا گیا کہ لوگ تو اس نام سے ہمیں عیب لگاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سُنا وَان من شیعته لابراهیم نیز اس کا قول۔ هذا من شیعته و هذمن عدوه فاستغاثه الذی من شیعته علی الذی من عدوه" (تفسیر المتقین)

عموماً شیعہ علما ان دو آیتوں سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ شیعہ ایک مذہبی نام ہے اور پہلے انبیاء علیہم السلام اوران کے پیروکار بھی شیعہ تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی یہ قول منسوب کر دیا ہے۔

(۳۹)......وضاحت نمبر ۳:۔ اس لئے یہاں سورۃ الصفت کی آیت کا مطلب بیان کیا جاتا ہے تاکہ شیعی استدلال کی رکاکت واضح ہوجائے۔ اس آیت کے چھ ترجمے ہم نے نقل کر دیئے ہیں جن میں سے تین سُنی مفسرین کے ہیں ان تراجم ہی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ لفظ شیعہ یہاں اپنے لغوی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا کسی مذہبی اصطلاح سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جیسا کہ کتب لغت کے حوالہ سے پہلے یہ پیش کیا گیا ہے۔ شیعہ کا معنی گروہ اور فرقہ کے ہیں۔ یا کسی کے پیروکار اور مددگار ہونے کے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ گروہ اور پارٹی اہل حق کی ہو یا اہل باطل کی۔ مومنین کی ہو یا کافرین کی۔ اور قرآن مجید کی دوسری مذکورہ آیات میں لفظ شیعہ شیعاً۔ اور اشیاع سے مراد کفار کے گروہ ہی ہیں۔ لہذا اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے اس زیر بحث آیت کا یہی مطلب ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام کے سلسلہ میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو وہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ میں سے ہی تھے اور ان ہی کے طریقہ اور راہ چلنے والے تھے۔ اور یہ اس لئے فرمایا کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین ایک ہی

ہے یعنی اسلام اور وہ اصولی طور پر اسلام ہی کی دعوت دیتے ہیں جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی توحید خالص ہے جو بذریعہ رسالت اہل ایمان کو نصیب ہوتی ہے۔ہاں اپنے اپنے دور اور اُمتوں کے مزاج وحال کے اختلاف کی بنا پر انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں فرق واختلاف ہوتا ہے۔جس کو دینی اور اصولی اختلاف نہیں کہہ سکتے۔جب شیعہ کا لغوی معنی ہی گروہ یا پیروکار آتا ہے اور شیعہ مفسرین نے بھی آیت کے ترجمہ میں یہی لکھا ہے تو پھر اس سے مذہبی اصطلاحی معنی کیونکر مراد لیا جاسکتا ہے؟ جو اہل تشیع کے ہاں رائج ہے اور کس علمی بنیاد پر اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہباً شیعہ ہونا بیان کیا جاتا ہے؟

(۴۰)......اگر شیعہ کوئی مذہبی اصطلاح ہوتی تو دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق بھی اس کا ذکر آتا حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لفظ شیعہ کی اصطلاح بیان فرماتے اور قرآن مجید میں لفظ شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہوتا۔یہ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو شیعہ فرمادیا۔لیکن امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیعہ نہ کہا جن کی امت میں حسب زعم روافض لفظ شیعہ اہل حق کے لئے قیامت تک استعمال ہونا تھا۔اور بغیر شیعہ ہونے کے کوئی امتی نجات نہیں پاسکتا تھا۔

(۴۱)......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے آپ کو شیعہ نہ کہا۔اور نہ ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اور نہ ہی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو شیعہ کہا گیا۔ حالانکہ حسب اعتقاد شیعہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے تو پھر ان سب حضرات معصومین کو بھی شیعہ ہونا چاہئے تھا۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی شیعہ ہونے کا اعلان کرتیں اور دوسری ازواج مطہرات بھی۔اور جن جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شیعہ مومن مانتے ہیں وہ سب اپنے آپ کو شیعہ کہتے، کیونکہ قرآن مجید میں یہ مبارک نام مذکور تھا۔جیسا کہ کاظمی صاحب نے تفسیر صافی اور تفسیر قمی کے حوالے سے بیان کردیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ کوئی مذہبی نام نہیں ہے۔نہ ہی کتاب اللہ اوراحادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مذہبی نام کا ثبوت ملتا ہے نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں کوئی مسلمان اپنے آپ کو شیعہ کہتا تھا۔اور نہ ہی شیعان رسول کی کوئی اصطلاح رائج ہوئی ہے۔اس لئے علم وانصاف کی بنا پر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ شیعہ کوئی مذہبی نام ہی نہیں ہے۔شیعہ علماء ومجتہدین محض عوام کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر لفظ شیعہ کا مبارک ہونا بیان کرتے رہتے ہیں۔

لفظ ''شیعہ'' کا استعمال

(۴۲)......خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب قصاص عثمان کے مطالبہ کی بناء پر مسلمانوں میں دو فریق بن گئے اور گو یہ اختلاف اجتہادی نوعیت کا تھا لیکن اس فرق کو ظاہر کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید کرنے والوں کو شیعان علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں کو شیعان عثمان کہا جانے لگا۔اور یہاں بھی لفظ شیعہ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوتا تھا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گروہ۔

يُنَادِيْ مُنَادٍ اَلَاۤ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ وَشِيْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ اَوَّلَ النَّهَارِ وَيُنَادِيْ آخِرَ النَّهَارِ اَلَاۤ اِنَّ عُثْمَانَ وَشِيْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ۔

(فروع کافی۔جلد ۳ کتاب الروضۃ،ص۹۹)

ایک پکارنے والا دن کے پہلے حصہ میں پکارتا ہے کہ فلاں بن فلاں اور اس کے شیعہ کامیاب ہونے والے ہیں اور ان کے آخری حصہ میں پکارتا ہے کہ عثمان اور ان کے شیعہ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اس روایت میں بھی شیعہ عثمان سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گروہ ہے اور فروع

کافی کی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکار کامیاب ہونے والے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ اور مسلک کے اتحاد کے باوجود اگر سیاسی طور پر باہمی اختلاف ہوجائے تو فرق وامتیاز کے لیے اپنی اپنی جماعتوں کے علیحدہ علیحدہ نام رکھ لیے جاتے ہیں۔اسی طرح اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختلاف ونزاع کے موقع پر ہوا، اور آخر کار جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح ہوگئی اور تمام اُمت مسلمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہوگئی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیت المال سے اپنے اور اہل وعیال کے لیے وظیفہ لینا قبول فرمالیا تو چونکہ دین میں تو پہلے ہی کوئی اختلاف نہ تھا۔(جیسا کہ نہج البلاغۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے یہ ثابت ہے)اس لئے ان امتیازی ناموں کی بھی ضرورت نہ رہی، لیکن وہ لوگ جو مسلمانوں کے اتحاد کے خلاف تھے اور انہی کی سازشوں کی بنا پر باہمی اختلافات کی خلیج وسیع ہوئی تھی، انہوں نے شیعان علی کی وقتی اصطلاح کو باقی رکھا۔ان کا مقصد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیروی نہ تھی۔ بلکہ اُمت مسلمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے نام سے پھوٹ ڈالنا اُن کا مشن تھا۔یہی وجہ ہے کہ ان سے مابعد کے اہل بیت بھی بیزاری کا اعلان کرتے رہے ہیں جیسا کہ سابقہ مباحث میں خود اہل تشیع کی کتابوں سے ثابت کیا جاچکا ہے۔

(۴۳)......جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی دجال کو ماننے والے اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں اور انہوں نے یہ امتیازی نام اپنے لئے مخصوص کرلیا، حالانکہ احمد نام ہے، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔اور مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے نہ کہ احمد، لیکن اس کے باوجود وہ احمدی کے لفظ سے مغالطہ دیتے ہیں کہ العیاذ باللہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار ہیں۔حالانکہ احمد سے مراد وہ حقیقتاً مرزا غلام احمد ہی لیتے ہیں۔کیونکہ وہ کہتا ہے کہ قرآن مجید کی آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔میں احمد سے مراد وہ خود ہے

اسی طرح شیعانِ علی کے نام کو ایک گروہ نے اپنے مخصوص عزائم کی بنا پر اپنے لیے استعمال کیا اور عرفاً ان کا یہی نام مشہور ہو گیا۔ چنانچہ عربی لغت کی کتاب "قاموس" میں ہے: شِيْعَةُ الرَّجُلِ بِالْكَسْرِ اَتْبَاعُهٗ وَاَنْصَارُهٗ وَالْفِرْقَةُ عَلٰى حِدَةٍ وَيَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمْعِ وَالْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ وَقَدْ غَلَبَ هٰذَا الْاِسْمُ عَلٰى كُلِّ مَنْ يَّتَوَلّٰى عَلِيًّا وَاَهْلَ بَيْتِهٖ حَتّٰى صَارَ اِسْمٌ لَهُمْ خَاصًّا۔ (اور کسی مرد کے شیعہ کا معنی اس کے پیروکار اور مددگار ہیں، اور علیحدہ فرقہ ہونا اور لفظ شیعہ واحد تثنیہ، جمع، مذکر اور مونث سب پر بولا جاتا ہے اور یہ نام ہر اس شخص کے لئے ازروئے استعمال غالب آ گیا ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے دوستی کا اظہار کرے حتیٰ کہ خاص کر ان کا یہ نام پڑ گیا ہے۔ اس کی جمع اشیاع اور شیع ہے) اس سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے پہلے لفظ شیعہ بوجہ مذہب اعتقادی اختلاف کے مستعمل نہ تھا اور بعد میں عرفاً شیعہ ان لوگوں کا نام پڑ گیا جو آپ کی دوستی اور محبت کا دعویٰ کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ کوئی مذہبی نام نہیں بلکہ جماعتی نام ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں وہ فی الحقیقت آپ کے پیروکار بھی ہیں۔ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی دجال کے ماننے والے اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک احمد کی طرف بظاہر نسبت کرنے کی وجہ سے وہ اہل حق کا مصداق نہیں بن جاتے بلکہ بوجہ انکار عقیدہ ختم نبوت کے وہ قطعی کافر ہی رہتے ہیں۔ بہر حال کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شیعہ کوئی مذہبی نام ہے اور سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام العیاذ باللہ مذہباً شیعہ تھے۔ البتہ لَا مُشَاحَةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ کے تحت (کہ اصطلاح مقرر کرنے میں کوئی تنگی نہیں ہے۔) اگر اس فرقہ نے اپنا نام شیعہ رکھ لیا ہے اور اسی نام سے وہ مشہور ہو گئے ہیں تو اس سے اُن کا

اہل ہونا ثابت نہیں ہوجاتا ہے اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ بحیثیت مذہبی نام کے قرآن سے ثابت ہے اور العیاذ باللہ حضرت ابراہیم وغیرہ انبیا علیہم السلام بھی مذہباً شیعہ ہوئے ہیں۔

(۴۴)......یہ بھی ملحوظ رہے کہ لفظ شیعہ کا اطلاق تو افراد پر بھی ہوتا ہے اور جماعت پر بھی اور لفظ شیعہ کسی مذہب کا نام تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے ہمارا سوال شیعہ علماء سے یہ ہے کہ ان کے مذہب کا امتیازی نام کیا ہے؟ جس کی وجہ سے اس اُمت کے دوسرے مسلم فرقوں سے ان کے مذہب کا فرق واضح ہو جائے۔

شیعان علی کی اصطلاح سے بھی صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس گروہ کی نسبت ثابت ہوتی ہے پھر یہ واضح نہیں ہوتا کہ بزعم شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذہب کیا تھا۔ جس کی پیروی شیعان علی کے لیے لازم ہو۔

ہمارا نام اہل سنت والجماعت ہے اور اسی نام سے ہی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ہم سُنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے والے ہیں۔ ہمارا امتیازی مذہب سنت ہے اور اس کو ماننے کی وجہ سے ہم اہل سنت ہیں۔ اس کی تشریح وتفصیل ان شاء اللہ اہل سُنت والجماعت کی مستقل بحث میں آرہی ہے۔

ایک خطرناک مغالطہ

(۴۵)......شیعہ علما عموماً اپنے مذہب کی سچائی ثابت کرنے کے لیے سورۃ البینۃ کی آیت یعنی ''اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ''(سورۃ البینۃ، آیت نمبر ۷) کے تحت تفسیر درمنثور ج ۶ کی یہ روایت پیش کیا کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: اِنَّ هٰذَا وَشِيْعَتَه لَهُمُ الْفَائِزُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے شیعہ قیامت کے

دن کامیاب ہوں گے‘‘)

(۴۶)......وضاحت نمبر ۴: تفسیر درمنثور کی ہر روایت حجت نہیں کیونکہ اس میں ہر طرح کی روایات جمع کر دی گئی ہیں۔

(۴۷)......مندرجہ بالا روایت میں لفظ شیعہ کسی مذہبی اصطلاح کے طور پر مذکور نہیں ہے بلکہ وہ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گروہ اوران کے تابعدار، اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صحیح تابعدار اور اصل اہل سنّت والجماعت ہی ہیں جو افراط وتفریط سے ہٹ کر آپ کی اعلیٰ شان مانتے ہیں۔ بخلاف خوارج کے جوالعیاذ باللہ آپ کی توہین وتکفیر کرتے ہیں اور روافض آپ کو سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام پر فضیلت دے کر غلو کرتے ہیں اور اہل سُنت کا اہل حق ہونا بحوالہ احتجاج طبرسی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے پہلے ثابت کیا جاچکا ہے۔

(۴۸)......اسی تفسیر درمنثور جلد دوم میں آیت یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۰۶) کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَتِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالضَّلَالَةِ ’’یعنی قیامت کے دن اہل السنت والجماعت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت وضلالت کے چہرے سیاہ ہونگے‘‘۔ یہی تفسیر بہت سی کتب تفاسیر میں منقول ہے۔ مثلاً: تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری وغیرہ۔

فرقہ شیعہ کا اصلی نام ’’رافضی‘‘ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے

(۴۹)......شیعوں کا اصلی نام جو حسب ارشاد امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا ہے وہ رافضی ہے۔ چنانچہ فروع کافی جلد سوم کتاب الروضہ ص ۱۶ پر ایک طویل روایت ہے جس میں لکھا ہے کہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ: (بیشک ہمیں برے نام

سے پکارا جاتا ہے جس کی وجہ سے ہماری کمریں ٹوٹ گئی ہیں اور اس سے ہمارے دل مردہ ہو گئے ہیں اور والیوں نے اس وجہ سے ہمارے خون حلال قرار دیئے ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر جو ان فقہاء نے بیان کی ہیں۔ تو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کیا وہ نام رافضہ ہے، میں نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم انہوں نے تمہارا یہ نام نہیں رکھا بلکہ اللہ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے اے ابو محمد کہ بنی اسرائیل میں سے ستر مردوں نے فرعون اور اس کی قوم کو چھوڑ دیا تھا جبکہ ان کی گمراہی ان پر واضح ہو گئی تھی اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل گئے تھے۔ جبکہ آپ کی ہدایت ان پر ظاہر ہو گئی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں ان لوگوں کا نام رافضہ رکھا گیا کیونکہ انہوں نے فرعون اور اس کی قوم کو چھوڑ دیا تھا اور یہ لوگ اس لشکر والوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ان کے لیے یہ نام (رافضی) تورات میں لکھ دیں۔ کیونکہ میں نے ان کا نام رافضی رکھ دیا ہے اور اسی نام کی طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا یہ نام تورات میں لکھ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ نام رافضی تمہارے لئے ذکر فرمایا ہے۔)

(۵۰)......رافضہ جمع رافضی کی ہے، اس کی جمع روافض بھی آتی ہے۔ لیجئے! اہل تشیع کا اصلی نام تو رافضی ہے جو تورات میں بھی مذکور ہے اور یہ نام ان کا خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے رکھا ہے۔ اس کے برعکس لفظ شیعہ کے متعلق تو اس طرح کی تصریح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام کے پیروکاروں کا نام شیعہ رکھا ہے یا اس اُمت کے شیعوں کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے ہی شیعہ رکھا ہے۔ اس لیے جو ذاکرین شیعہ ماتمی، مجالس میں یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ ہمارا نام شیعہ تو قرآن میں مذکور رہے، لیکن اہل

سنت والجماعت کا نام قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے۔ ان سے تو یہ پوچھنا چاہیے کہ تمہارا اصلی نام تو رافضی ہے جو حسب ارشاد امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ خود اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ اس لئے تم اپنا اصلی نام رافضی قرآن مجید سے ثابت کرو۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اللہ کے دین کا نام اسلام ہے

(ا)......اللہ تعالیٰ نے اس آخری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ کے لیے جو کامل اور جامع دین قیامت تک کے لیے بذریعہ وحی عطا فرمایا ہے۔ اس کا نام اسلام ہے۔ ''اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ '' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۹) بیشک دین اللہ کے ہاں اسلام ہے) سورۃ المائدہ میں فرمایا: '' وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا '' (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر ۳) میں نے اسلام کو تمہارا دین پسند کرلیا) حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں: ''یعنی قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا، اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہ کیا جاوے گا۔'' (تفسیر بیان القران)

اور جو شخص اللہ کے دین اسلام کو مان لیتا ہے اس کو مسلم کہتے ہیں اور اردو، فارسی زبان میں اس کو مسلمان کہا جاتا ہے اور اسلام کا لغوی معنی انقیاد ہے یعنی کسی کا حکم ماننا، سر جھکانا، تابع ہونا، اسی سے لفظ مسلم ہے اور اس کی جمع مسلمین ہے اور قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے، کہ مسلم کا لقب اللہ تعالیٰ نے خود دین اسلام ماننے والوں کو عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا ''
(سورۃ الحج، آیت نمبر ۷۸)

(ا) اس کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے:
''دین تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا، اس نے نام رکھا تمہارا مسلمان (حکم بردار)

پہلے سے اوراس قرآن میں تمہارا نام مسلم رکھا (جس کے معنی حکم بردار اور وفا شعار کے ہیں) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے تمہارا یہ نام رکھا تھا جبکہ دعا میں کہا: ''وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ'' (سورۃ بقرہ، آیت نمبر ۱۲۹)

اوراس قرآن میں شاید ان ہی کے مانگنے سے یہ نام پڑا ہو۔ بہرحال تمہارا نام مسلم ہے گو اور امتیں بھی مسلم تھیں مگر لقب یہ تمہارا ہی ٹھہرا۔ سو اس کی لاج رکھنی چاہئے۔

(ب) مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ یہ ہے: ''تم اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا۔ (نزول قرآن سے) پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی'' (چنانچہ ابراہیم علیہ السلام) کی زبان سے کہلوایا: امۃ مسلمۃ لک اور شاید دیگر کتب منزلہ میں بھی ہو اور قرآن میں تو جابجا آیا ہے) (تفسیر بیان القرآن) نیز مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ہر چند کہ بالمعنی اللغوی دوسری امم مومنہ بھی موصوف باسلام تھیں مگر لقب کے طور پر یہی امت موصوف ہے اور دوسروں کے القاب یہود و نصاریٰ و قوم نوح و قوم ہود اور قوم صالح وغیرہ ہیں)

(ج) مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے یہ ترجمہ لکھا ہے ''تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں''

(د) شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی کا ترجمہ یہ ہے: یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور اس (خدا) نے پہلے ہی سے تمہارا نام مسلم (مطیع وفرمانبردار) رکھا اور اس (قرآن) میں بھی (وہی نام رکھا)۔

(ر) شیعہ مولوی امداد حسین صاحب کاظمی لکھتے ہیں: یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے۔ اس نے تمہارا نام پہلے ہی مسلمان رکھا اور (قرآن) میں بھی۔

(س) شیخ طبرسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ای اللہ سماکم المسلمین (''یعنی اللہ

نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے) (تفسیر مجمع البیان)

سُنی اور شیعہ مفسرین کی تصریح سے ثابت ہوگیا ہے کہ اس اُمت میں دین اسلام کو ماننے والوں کا نام خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے جو قرآن کے علاوہ پہلی آسمانی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔

''اہل سنت والجماعت'' کی وجہ تسمیہ

(۲)...... بیشک اللہ تعالیٰ کے دین کا نام اسلام ہے اور اسلام پر ایمان لانے والوں کا نام بھی خود اللہ تعالیٰ نے مسلم (مسلمان) رکھا ہے۔لیکن جب اسلام کے نام پر ہی اعدائے اسلام نے باطل عقائد و نظریات اختیار کیے اور ان کی اشاعت و تبلیغ میں سرگرمیاں اختیار کیں تو سلف صالحین نے دوسرے باطل فرقوں سے امتیاز کے لئے اہلِ حق کا نام ''اہل سنت والجماعت'' مشہور کیا، اور آج تک حق پرست مسلمانوں کا یہی امتیازی نام و لقب چلا آتا ہے اور ''اہل سنت والجماعت'' سے مراد وہ مسلمان ہیں جو اللہ تعالیٰ کے آخری کامل و مکمل دین اسلام کو سنت رسول اور جماعت رسول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے تسلیم کرتے ہیں۔

سنت کا لغوی معنی

(۳)...... عربی لغت میں لفظ سنة کے متعدد معانی ہیں، مثلاً (۱) صورت، سیرت، طبیعت اور طریقہ (قاموس)(۲) المنجد میں: السنة، السیرة الطریقة، الطبیعة، الشریعة الوجه او صورته (۳) ''منتھی الادب'' میں ہے: سنة بالضم روی یا رخسارہ یا دائرہ روئے یا صورۃ و پیشانی، وخوئے و طبیعت و روش۔(۴) غیاث اللغات میں سنت کا معنی لکھا ہے راہ، روش، عادت (۵) بیان اللسان میں ہے: سُنت: عادت، طبیعت، روش،

طریقہ، چہرہ، صورۃ، پیشانی اور سنت کی جمع سنن آتی ہے، اور قرآن مجید میں لفظ سنت اور سنن دونوں مذکور ہیں۔

لفظ سنت اور سنن کا استعمال قرآن مجید میں

(۴)......سنت کی جمع سنن ہے اور قرآن مجید میں متعدد آیات میں یہ دونوں لفظ مذکور ہیں۔ (ا) ''سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلاً'' (سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۷۷) مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ ترجمہ لکھا ہے: ''جیسا کہ ان کے باب میں ہمارا قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے اس قاعدے میں تغیر نہ پاویں گے'' (ب) حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''دستور پڑا ہوا ہے ان رسولوں کا جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پاوے گا تو ہمارے دستور میں تفاوت'' (ج) مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ترجمہ یہ ہے: ''دستور ان کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور تم ہمارا قانون بدلنا نہ پاؤ گے'' علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے تحت لکھتے ہیں: ''یعنی ہمارا یہ دستور رہا ہے کہ جب کسی بستی میں پیغمبر خدا کو نہ رہنے دیا تو بستی والے خود نہ رہے'' (د) مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی نے یہ ترجمہ لکھا ہے: ''اس طریقہ پر جس پر ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے تھے اور تم ہمارے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے'' اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ تفسیر صافی میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا تھا کہ جو اُمت اپنے رسول کو نکالے وہ اسی رسول کی موجودگی میں ہلاک کی جائے۔ (ترجمہ مقبول) اور شیعہ مفسر مولوی امداد حسین صاحب کاظمی نے بھی یہی مطلب لکھا ہے، تو اس آیت میں سنة من قد ارسلنا سے سنت انبیاء اور لا تجد لسنتنا سے سنت اللہ کا ثبوت ہو گیا۔

(۵)...... چنانچہ تاج العروس شرح قاموس میں لکھتے ہیں: اَلسُّنَّةُ (من الله) اذا طلقت فی الشرع فانما یراد بها (حکمه وامره ونهیه) مما امر به النبی صلی الله علیه وسلم ونهی عنه وندب الیه قولا وفعلا مما لم ینطق به الکتاب العزیز۔

(اور سنت اللہ کی طرف سے) جب شریعت میں مطلقا استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ احکام ہوتے ہیں جن کا قولا وفعلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے یا ان سے منع فرمایا ہے اور جن کی طرف دعوت دی ہے اور وہ قرآن عزیز میں مذکور نہیں ہیں۔

(۶)...... "مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللهُ لَهُ سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا" (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۳۸)

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اور ان پیغمبر کے لیے جو بات (تکوینا یا تشریعا) خدا تعالیٰ نے مقرر کردی تھی اس میں نبی پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں) کے حق میں (بھی) یہی معمول کر رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں اور اللہ کا حکم تجویز کیا ہوا (پہلے سے) ہوتا ہے۔ (ب) مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں: نبی کے لیے اس بات میں جو اللہ تعالیٰ نے واجب کردی ہو کوئی روک نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کا قاعدہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے ایک ہی چلا آتا ہے اور خدا کا حکم ایک حد پر اندازہ کیا ہوا ہے) اس آیت میں بھی یہاں سنت اللہ سے مراد وہ طریقہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے متعلق اختیار فرمایا ہے۔

(۷)...... "فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ" (سورۃ المومن، آیت نمبر ۸۵)

''سوان کوان کا ایمان لانا نافع نہ ہوا۔ جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا' اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے جو اس کے بندوں میں سے پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے''۔

(ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

''مگر جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکیں گے تو اللہ کے اس قاعدے کے موافق جو اس کے بندوں میں جاری رہا ہے ان کا ایمان ان کو کوئی نفع نہ پہنچائے گا'' (ترجمہ مولوی مقبول احمد) اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کا وہ طریقہ اور دستور مراد ہے جو امتوں میں جاری رہا ہے۔

(۸)...... '' وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ○'' (سورۃ الفتح، آیت نمبر ۲۲، ۲۳)

''اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا اور نہ مدد گار۔ اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لیے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ خدا کے دستور میں ردّ و بدل نہ پاویں گے۔'' (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) ''اگر وہ لوگ جو کافر ہو گئے ہیں تم سے لڑیں گے تو ضرور وہ پیٹھ پھر کر بھاگ جائیں گے پھر وہ نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ مددگار۔ اللہ کے قاعدے کے موافق جو پہلے سے ہوتا چلا آیا اور تم اللہ کے قاعدے میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے''۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت میں بھی سنت اللہ سے مراد وہ دستور خداوندی ہے جو نصرت انبیاء کے لیے مقرر ہے۔ چنانچہ مولوی مقبول احمد شیعہ مفسّر لکھتے ہیں: تفسیر صافی میں ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو امتیں گزر چکیں ان میں خدا نے قاعدہ یہی مقرر کر دیا تھا کہ اس کے انبیاء غالب رہیں گے جیسا کہ دوسری جگہ فرماتا ہے: کتب اللہ لا غلبن انا و رسلی۔ (اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے)

(۹)...... ''يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ'' (سورۃ النساء، آیت نمبر ۲۶)

''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے بیان کردے اور تم سے پہلے لوگوں کے احوال تم کو بتادے اور تم پر توجہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں، بڑے حکمت والے ہیں''۔ (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) ''اللہ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ تمہارے لیے تم سے پہلے والوں کے قاعدے کھول کر بیان کردے اور بتلادے اور تمہاری توبہ قبول کرلے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے'' (ترجمہ مقبول)

اس آیت میں سنت کی جمع سنن کا لفظ استعمال ہوا جس سے مراد وہ شرعی احکام ہیں جو پہلی امتوں میں نافذ رہے ہیں۔

(۱۰)...... ''لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا قَلِيْلًا ٥ مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ٥ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا'' (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۶۲-۶۱-۶۰)

''یہ منافقین اور لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کریں گے۔ پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پاویں گے وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکا رے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان مفسد لوگوں میں اپنا یہی دستور رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں اور آپ خدا کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے ردوبدل نہ پاؤ گے''۔ (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو ان کے درپے کردیں گے۔ پھر وہ اس شہر میں تمہارے پڑوس میں نہ رہیں گے مگر بہت ہی کم اور ہر طرف سے ان پر لعنت ہوتی رہے گی۔ وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے، پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کیے جائیں گے جیسا کہ قتل کیے جانے کا حق ہے۔ اللہ کا قاعدہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے (یہی تھا) اور تم اللہ کے قاعدہ میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے'' (ترجمہ مقبول)

اس آیت میں بھی سنت اللہ سے مراد اللہ کا وہ قانون ہے جس کے تحت منافقین اور شر انگیز لوگوں پر ذلت، رسوائی اور قتل کا عذاب نازل ہوتا ہے۔

(۱۱)...... كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (سورۃ الحجر، آیت نمبر ۱۳،۱۲)

''اسی طرح ہم یہ (استہزاء) ان مجرمین کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں (جس کی وجہ سے) یہ لوگ ۔۔۔ (قرآن) پر ایمان نہیں لاتے اور (یہ) دستور پہلوں ہی سے ہوتا آیا ہے''۔ (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) ''مجرموں کے دلوں میں (بہ سبب ان کی شرارتوں کے) ہم ایسا ہی ڈال دیا کرتے ہیں وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے، جس حال میں کہ پہلوں کی روش یہی ہو چکی ہے'' (ترجمہ مقبول) اس آیت کے تحت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں: یعنی ہمیشہ یونہی جھٹلاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں اور سنت اللہ یہ ہی ہے کہ سرکش لوگ ہلاک اور رسوا کیے جاتے رہے اور انجام کار حق کا بول بالا رہا۔

(۱۲)...... قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (سورۃ الانفال، آیت نمبر ۳۸)

آپ ان کافروں سے کہہ دیجیے کہ اگر یہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آجائیں تو ان کے کے سارے گناہ جو (اسلام سے) پہلے ہو چکے ہیں، سب معاف کر دئیے جائیں گے اور اگر اپنی وہی (کفر کی) عادت رکھیں گے تو (سنا دیجئے کہ کفار) سابقین (کے حق) میں (ہمارا) قانون نافذ ہو چکا ہے۔" (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) "کافروں سے کہہ دو کہ اگر وہ باز آئیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے وہ ان کو معاف کر دیا جائے گا اور اگر پھر ویسا ہی کریں گے تو پہلوں کا قاعدہ تو مقرر ہو ہی چکا ہے۔" (ترجمہ مقبول)

اس آیت میں بھی پہلوں کے طریقے سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ دستورِ عذاب ہے جس کے تحت وہ ہلاک کئے گئے۔

(۱۴)......وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ○ (سورۃ الکہف، آیت نمبر ۵۵)

اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے (کفر وغیرہ کی) مغفرت مانگنے سے اور کوئی امر مانع نہیں رہا بجز اس کے (ان کو اس کا انتظار ہو) کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ ان کو بھی پیش آئے یا یہ کہ عذاب (الٰہی) ان کے سامنے آ کھڑا ہو۔ (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) "اور جب کہ لوگوں کے پاس ہدایت آ چکی تو ان کو ایمان لانے سے اور اپنے پرودگار سے گناہوں کی معافی مانگنے سے کسی اور بات نے نہیں روکا سوائے اس کے کہ ان پر پہلوں کا قاعدہ جاری ہو جائے یا عذاب ان کے سامنے آ کھڑا ہو" (ترجمہ مقبول)

یہاں بھی سنۃ الاولین سے مراد اللہ تعالیٰ کا طریقہ عذاب ہے جو کافر قوموں کی ہلاکت کے

لیے مقرر ہوا۔

(۱۴)...... قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ۝ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۳۷)

''بالتحقیق تم سے قبل مختلف طرق گزر چکے ہیں تو تم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھو لو کہ اخیر انجام تکذیب کرنے والوں کا کیسا ہوا۔'' (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) ''تم سے پہلے بہت سے واقعات گزر گئے چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔'' (ترجمہ مقبول) اس آیت میں سنن سے مراد پہلی کافر قوموں کے وہ واقعات ہیں جن کی بنا پر عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے ہیں۔

(۱۵)...... فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللهِ تَحْوِيلًا۔ (سورۃ فاطر، آیت نمبر ۴۳)

''سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے (کافر) لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ سو آپ خدا کے (اس) دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پاویں گے'' (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) ''تو کیا یہ اپنے پہلوں کے قاعدہ کے منتظر ہیں۔ پس تم خدا کے قاعدہ میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے، اور نہ کبھی تم خدا کے قاعدہ کو ٹلتا ہوا پاؤ گے'' (ترجمہ مقبول)

اس آیت میں بھی سنۃ الاولین سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ دستور عذاب ہے جس کے تحت پہلی کافر قومیں ہلاک ہوئیں۔ مندرجہ بالا گیارہ آیات میں سنت کا لفظ عموماً اللہ تعالیٰ کے قانون اور اس کی طرف سے مقرر کردہ انبیائے کرام علیہم السلام کے طریقہ زندگی اور نافرمان کافر قوموں کے لئے خدائی دستور عذاب کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور کافروں کے طریق کار پر بھی لفظ سنن کا اطلاق ہوا ہے۔

سنت کا شرعی معنٰی

(۱۶)......لغوی معنی کے اعتبار سے لفظ سنت کا اطلاق ہر قسم کے طریقہ، راستے اور نمونہ وغیرہ پر کیا جاتا ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا،لیکن شرعی امور میں سنت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہی ہوتی ہے۔یعنی دین کا وہ طریقہ اور عمل جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار فرمایا ہے اور سنت میں وہ تمام احکام واعمال آجاتے ہیں،جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے یا جن سے منع فرمایا ہے یا جن کی طرف لوگوں کو ترغیب دی ہے۔چنانچہ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں:وسنة النبی طریقه التی یتحرٰاھا۔(اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت سے مراد آپ کا وہ طریقہ ہے جو آپ نے قصد وارادہ سے اختیار فرمایا ہے)اور بغیر اضافت یا صفت وغیرہ کے جب لفظ سنة مطلقا بولا جاتا ہے تو اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی سُنت ہوتی ہے۔

(۱۷)......''لسان العرب''میں ہے:وَالْاَصْلُ فِیْهِ الطَّرِیْقَةُ وَالسِّیْرَةُ وَاِذَ اُطْلِقَتْ فِی الشَّرْعِ فَاِنَّمَا یُرَادُ بِهَا مَا اَمَرَبِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَنَدُبَ اِلَیْهِ قَوْلًا وَّفِعْلًا مِمَّالَمْ یَنْطِقُ بِهِ الْکِتَابُ الْعَزِیْزُ۔(اور لغت میں سُنة کا اصلی معنی طریقہ اور سیرت ہے لیکن جب شریعت میں مطلقاً سُنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد قولاً وفعلاً احکام ہوتے ہیں جو قرآن مجید میں صراحتاً مذکور نہیں ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا حکم دیا ہے یا ان سے منع فرمایا ہے یا ان کی طرف دعوت دی ہے)

(۱۸)......علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:وَالْمُرَادُ بِالسُّنَّةِ هِنَا اَقْوَالُه وَاَفْعَالُه وَاَحْوَالُه الْمُعَبَّرُ عَنْهَا بِالشَّرِیْعَةِ وَالطَّرِیْقَةِ وَالْحَقِیْقَةِ۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اوّل باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اور سنت سے یہاں مراد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال،افعال اور احوال ہیں جن کو

شریعت، طریقت اور حقیقت سے تعبیر کیا جاتا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ شرعاً سنت کا مفہوم بہت وسیع اور جامع ہے جو دین و شریعت کے تمام مدارج کو محیط ہے۔

قرآن مجید میں اتباع سنّت کی تاکید

(۱۹)......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (سورۃ الحشر، آیت نمبر ۷)

''اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں) تم رُک جایا کرو''

(ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب)''اور رسول جو کچھ تم کو دیں اسے لے لو اور جس سے تم کو باز رکھیں (اس سے) باز رہو''۔ (ترجمہ مقبول)

(۲۰)......شیعہ مفسّر علامہ طبرسی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ وَمَا اَمَرَكُمْ بِهٖ فَافْعَلُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا عَنْهُ فَاِنَّهٗ لَا يَاْمُرُ وَلَا يَنْهٰى اِلَّا عَنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَهٰذَا عَامٌّ فِيْ كُلِّ اَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَنَهٰى عَنْهُ وَاِنْ نَزَلَ فِيْ اٰيَةِ الْفَئِيْ۔ اور جس بات کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو حکم دیں وہ کرو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ کیونکہ آپ نہیں حکم دیتے اور نہیں منع فرماتے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اور یہ عام ہے ہر اس بات میں جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا اگرچہ یہ حکم مال فے کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)

اور چونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر و نہی کو سُنت کہتے ہیں۔ اس آیت سے اتباع کی تاکید ثابت ہوئی۔

(۲۱)......وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ۔
(سورۃ النحل، آیت نمبر ۴۴)

''اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تا کہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں گے۔'' (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) اور تمہاری طرف یہ قرآن نازل کیا تا کہ جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اسے تم لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرو۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا مطلب واضح کرنا بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض رسالت میں شامل ہے۔

(۲۲)......علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''آج تم کو (اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے ایسی کتاب دے کر بھیجا جو تمام کتب سابقہ کا خلاصہ اور انبیائے سابقین علیہم السلام کے علوم کی مکمل یادداشت ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کے لیے اس کتاب کے مضامین خوب کھول کر بیان فرمائیں اور اس کی مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفصیل کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مطلب وہی معتبر ہے جو احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موافق ہو۔''

(۲۳)......

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللهَ كَثِیْرًا۔ (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۲۱)

''تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا''

(ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) ''اے لوگو بیشک تمہارے لیے پیروی کرنے کو اچھے سے اچھا نمونہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔'' (یعنی) اس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کی بہت سی یاد کیا کرتا ہو۔'' (ترجمہ مقبول)

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر انہی پر ہے' مگر مجال ہے پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے۔ جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں' ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے۔ چاہیے کہ ہر معاملہ' ہر ایک حرکت وسکون اور نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور ہمت واستقلال وغیرہ میں ان کی چال سیکھیں''۔

(۲۴)...... قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۳۱)

''فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو' خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے'' (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد صاحب لکھتے ہیں: ''(اے رسول) کہہ دو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ اللہ تمہیں دوست رکھے۔''

(۲۵)...... علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''دشمنان خدا کی موالات ومحبت سے منع کرنے کے بعد خدا سے محبت کرنے کا معیار بتلاتے ہیں یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا، جو شخص جس

قدر حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلتا اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بناتا ہے، اسی قدر سمجھنا چاہیے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا اور اللہ کی محبت اور حضور کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔ گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوت کا بیان شروع کیا گیا اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی دعوت دی گئی''۔

(۲۶)...... مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر ۸۰)

''جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جو شخص روگردانی کرے سو ہم نے آپ کو ان کا نگران کر کے نہیں بھیجا''۔ (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) ''جو رسول کی اطاعت کرے گا یقیناً اس نے خدا کی اطاعت کی اور جو پھر جائے گا تو ہم نے تم کو ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا'' (ترجمہ مقبول) اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ اطاعت خداوندی بغیر اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہو نہیں سکتی۔

(۲۷)...... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔

(سورۃ النساء، آیت نمبر ۵۹)

''اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر کسی امر میں باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور اس کے رسول

کے حوالے کر دیا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ سب امور بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔" (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) مولوی مقبول احمد شیعہ مفسر نے یہ ترجمہ لکھا ہے: "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول اور والیان امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں۔ پھر اگر کسی معاملے میں تم میں آپس میں جھگڑا ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو۔ بشرطیکہ تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی سب سے بہتر اور عمدہ تاویل ہے۔" (ترجمہ مقبول)

(۲۸)......اس آیت میں اطیعوا اللہ کے بعد واطیعو الرسول فرمانے سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بھی مستقل ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باذن اللہ مومنین کے لیے مطلق مُطاع ہیں، اور آیت سابقہ میں من یُطِعِ الرسول فقد اطاع اللہ سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مستقل اطاعت ثابت ہوتی ہے۔

(۲۹)......واولی الامر منکم سے پہلے اطیعوا نہیں فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ غیر رسول اگر اولی الامر ہو تو ان کی اطاعت مستقلاً نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے تحت ہے یعنی اولی الامر (اصحاب حکومت) اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق حکم دیں گے تو ان کی اطاعت واجب ہے اور اگر ان کا حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہو تو ان کی اطاعت واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں اگر ان کی اطاعت کی جائے تو یہ معصیت اور گناہ کی اطاعت ہوگی۔ اسی لیے یہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ "جس امر میں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔"

(۳۰)......شیعہ علماء اس آیت میں اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے مراد ائمہ اثناعشریہ لیتے ہیں یعنی بارہ امام اور اسی بنا پر ان کو انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم اور مفترض الطاعت مانتے ہیں بلکہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی سب انبیائے کرام علیہم السلام سے ان کو افضل مانتے ہیں لیکن یہی آیت ان کے عقائد کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ اگر ان ائمہ کی اطاعت بھی مستقل اطاعت ہوتی، تو وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے پہلے اَطِیْعُوْا فرمایا جاتا۔

(۳۱)......شیعہ مفسر شیخ طبری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: کہ وَاَمَّا اَصْحَابُنَا فَاِنَّھُمْ رَوَوْا عَنِ الْبَاقِرِ وَالصَّادِقِ (ع) اِنَّ اُولِی الْاَمْرِ ھُمُ الْاَئِمَّۃُ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ اَوْجَبَ اللّٰہُ طَاعَتَھُمْ بِالْاِطْلَاقِ کَمَا اَوْجَبَ طَاعَتَہٗ وَطَاعَۃَ رَسُوْلِہٖ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّوْجِبَ اللّٰہُ طَاعَۃَ اَحَدٍ عَلَی الْاِطْلَاقِ اِلَّا مَنْ ثَبَتَ عِصْمَتُہٗ۔
(تفسیر مجمع البیان)

''اور ہمارے اصحاب نے امام باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اولی الامر سے مراد آل محمد کے ائمہ ہیں کہ ان کی اطاعت اللہ نے مطلقا واجب کی ہے۔ جس طرح کہ اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت مطلقاً واجب کی ہے، اور یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی اطاعت مطلقاً واجب کرے مگر اس کے لیے جس کی عصمت ثابت ہو۔
لیکن علامہ طبرسی کا یہ بیان محض تعصب پر مبنی ہے، جس کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس آیت کا یہ حکم ان کے اس نظریہ کی تردید کررہا ہے کہ: فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ''پھر اگر کسی معاملے میں تم میں آپس میں جھگڑا ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیرو'' (ترجمہ مقبول)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولی الامر کی اطاعت علی الاطلاق واجب نہیں

ہے کیونکہ اگر ان کی بھی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح واجب ہوتی تو نزاع اور جھگڑے کی صورت میں اولی الامر کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا جاتا۔ ای فردوہ الی اولی الامر منکم۔ لیکن بجائے ان کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا۔ اس سے ائمہ کے معصوم ہونے کا عقیدہ بھی غلط ثابت ہوگیا کیونکہ اگر وہ معصوم ہوتے تو بحالت نزاع انہی کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا جاتا۔

(۳۲)......شیعہ علماء عاجز ہو کر آخر یہ تاویل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے سے مراد بھی آئمہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ لیکن یہ تاویل بھی بالکل غلط ہے، کیونکہ آیت میں الرسول کا لفظ ہے جس سے مراد صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ کیا شیعہ علماء کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر آئمہ بھی رسول ہیں؟ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وہ ارشاد بھی اس تاویل کو باطل قرار دیتا ہے جو اسی آیت کے تحت "نہج البلاغۃ" میں منقول ہے، فرماتے ہیں: فَرَدُّهُ إِلَى اللهِ أَنْ نَّحْكُمَ بِكِتَابِهٖ وَرَدُّهُ إِلَى الرَّسُوْلِ إِنْ نَّأْخُذَ بِسُنَّتِهٖ: "پس اللہ کی طرف پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب (یعنی قرآن) سے فیصلہ کریں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کی سنت کو پکڑ لیں" (نہج البلاغۃ مطبوعہ طہران ۱۷۵) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی رُدّوہُ الی الرسول سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع ہی لی ہے۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ آیت اولی الامر منکم سے اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اپنا مفترض الطاعت ہونا اور معصوم ہونا سمجھتے تو پھر آپ اپنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی نزاع کا فیصلہ فریقین کے ثالثوں کے سپرد نہ کرتے بلکہ خود فیصلہ فرماتے۔ کیا شیعہ علماء کے نزدیک حکمین یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم تجویز ہوئے تھے) اور حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ جو حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم تجویز ہوئے تھے دونوں معصوم اور مفترض الطاعۃ تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس نزاع باہمی کا فیصلہ ان کے سپرد کر دیا؟

(۳۳)...... فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(سورۃ النساء، آیت نمبر ۶۵)

''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرا دیں۔ پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورے طور پر تسلیم کر لیں'' (ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(ب) مولوی مقبول احمد دہلوی لکھتے ہیں: ایسا نہیں ہے تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ (کبھی) مومن نہ ہونگے جب تک کہ ان جھگڑوں میں جو ان کے مابین پڑے ہیں تم کو حاکم نہ بنالیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کردو اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو اس طرح تسلیم کر لیں جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت میں ایمان کی حقیقت ہی یہ فرمائی ہے کہ ظاہر و باطن سے رسول کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو تسلیم کیا جائے اور اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے بعد کوئی مسلمان دل میں اس کے متعلق ناگواری رکھتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔

(۳۴)...... **انوکھی تفسیر:** شیخ علی بن ابراہیم قمی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: فلا وربك لا يومنون يحكموك) يا علی رضی الله عنه (فيما شجر بينهم) يعنی فيما تعاهدوا وتعاقدوا عليه من خلافك بينهم وغصبك ثم (لا يجدوا فی انفسهم حرجا ما قضيت) عليهم يا محمد على لسانك من ولايته (ويسلموا تسليما) لعلی (ع) (تفسير قمی جلد اول ۱۴۲ مطبع

النجف): ترجمہ۔ پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ ایماندار نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ کو منصف نہ بنائیں) اے علی! (اس میں جو ان کے درمیان جھگڑا واقع ہوا ہے) یعنی اس میں جو آپ کے خلاف انہوں نے باہمی عہد و پیمان کیا ہے اور آپ سے خلافت غصب کرنے میں پھر (نہ پائیں وہ اپنے دلوں میں تنگی اس سے جو آپ نے فیصلہ کیا ہے) ان کے خلاف، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی زبان علی رضی اللہ عنہ کی ولایت (خلافت) کے بارے میں (اور مان لیں اچھی طرح مان لینا) علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہاں شیخ قمی نے ان آیات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر محمول کر دیا، حالانکہ سیاق وسباق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی خلافت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی فرمایا گیا۔

(۳۵)...... شیعہ مولوی امداد حسین صاحب کاظمی بھی لکھتے ہیں، تفسیر صافی پر بحوالہ کافی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ جناب امیر المومنین کو مخاطب کیا ہے پھر آپ نے یہ آیت: ولوانھم اذظلمو سے لے کر فیما شجر بینھم تک تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ فیما شجر بینھم سے وہ معاہدہ مراد ہے جو ان منافقوں نے باہم کیا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے موت دی تو اس امر کو ہم بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے۔ پھر حضرت نے آگے تلاوت فرمائی: ثم لا یجدو فی انفسھم حرجاً مما قضیت اور فرمایا کہ خواہ تم ان کے قتل کا فیصلہ کر دیتے یا عفو کا۔ پھر ویسلمو تسلیما پڑھ کر ختم کر دیا۔ (تفسیر المتقین)

حالانکہ خود کاظمی صاحب آیت کے ترجمہ میں یہ لکھ رہے ہیں: پس نہیں ہے۔ (اے رسول) اور تمہارے پروردگار کی قسم۔ جب ترجمہ میں مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا تو تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ حضرت علیؓ کیسے مخاطب بن گئے؟ کیا یہ قرآن کی تفسیر ہے یا اس کی معنوی تحریف؟

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سنت وحدیث کی حجیّت

(۳۶)......بطور نمونہ مندرجہ بالا چند آیات قرآنیہ پیش کی گئی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت واطاعت حاصل ہونے کا ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد وعمل کی مخلصانہ اطاعت ہے اور شرعاً اہل اسلام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وحدیث حجت ہے۔ دین کی اصل کتاب اللہ کے بعد سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت رسول کا مفہوم شرعاً بہت وسیع اور جامع ہے، اور قرآنی احکام پر عمل کرنے کا صحیح اور کامل ترین نمونہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مقدسہ ہے۔ اسی حقیقت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک سائل کے اس سوال (کہ حضور کے اخلاق کیا تھے) کے جواب میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے کہ کَانَ خُلُقُه الْقُرْاٰنُ (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن تھا) یعنی جو کچھ قرآن میں علمی اور اصولی طور پر احکام شریعت مذکور ہیں۔ ان کا عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنت وسیرت میں ملتا ہے۔ اتباع سنت نبویہ ہی قرب خداوندی کے حصول کا ایک واحد مقبول ذریعہ ہے اور یہی حق وباطل کا علی الاطلاق معیار ہے۔ اسی حقیقت کو عارف باللہ حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے:۔

خلاف پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسے راہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید!

چونکہ شرعی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر کو سنت کہتے ہیں (تقریر کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کسی مسلمان نے کوئی عمل کیا ہو اور

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس پر گرفت نہ کی ہو بلکہ سکوت اختیار فرمایا ہو تو یہ بھی مفہوم کے اعتبار سے سنت میں شامل ہے) اور سنت کا معنی اور مطلب تو قرآن مجید کی نصوص سے ثابت ہے۔ جس کی اطاعت کی اہل ایمان کو تاکید فرمائی گئی ہے، اس لیے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قرآن کے علاوہ اپنے ارشادات میں بھی اپنی سنت کی اتباع کی اہمیت واضح فرمائی ہے تاکہ اصولی طور پر جو احکام قرآن مجید میں مذکور ہیں ان کی تشریح و تفصیل خود خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت و حدیث سے معلوم ہو سکے۔ جس کی بنا پر قرآن حکیم کی صحیح اور کامل صورت نصیب ہو جائے اور ارشاد قرآنی پر اہل ایمان کے لیے عمل کرنا آسان ہو جائے، اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ دین و شریعت کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بھی وحی الٰہی پر مبنی ہیں لیکن قرآن اور حدیث کی وحی میں چونکہ فرق پایا جاتا ہے، اس لیے قرآن کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی وحی میں الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہیں اور معانی بھی' اور حدیث کی وحی میں معنی اور مضمون تو اللہ کی طرف سے ہی القاء ہوتا ہے لیکن ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے الفاظ میں ادا فرماتے ہیں۔

احادیثِ اہل سنت سے اتباع سنت کی تاکید

(۳۷)......مسلمانان اہل سنت والجماعت کی کتب کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع کی تاکید بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہاں بطور نمونہ بعض احادیث حسب ذیل ہیں۔

(۱)......قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ، رواہ الموطا۔

(مشکوۃ شریف، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

’’فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، اگر ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم‘‘ اس حدیث میں اسی ارشاد خداوندی کی تائید فرمائی گئی ہے جو سورۃ النساء کی حسب ذیل آیت میں ہے: فان تنازعتم فی شیئٍ فردوہُ الی اللہ والرسول: ’’یعنی اگر تمہارا کسی معاملہ میں نزاع واختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پھیرو‘‘

(۳۸)......عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّیَ اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَه اَجْرُ مِاَةِ شَهِیْدٍ (مشکوۃ شریف)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری اُمت کے فساد و بگاڑ کے زمانہ میں میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا تو اس کو ایک سو شہید کا اجر ملے گا۔‘‘ اس حدیث میں اتباع سنت کا عظیم ثواب معلوم ہوا۔

(۳۹)......مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ كَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ۔ (مشکوۃ شریف)

’’فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس شخص نے میری سنت سے محبت کی تو بے شک اس نے مجھ سے ہی محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں بھی میرے ساتھ ہوگا‘‘۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت کا حصول سنت کی پیروی اور محبت پر موقوف ہے۔

(۴۰)......مَنْ یَّعِشْ مِنْكُمْ مِنْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا كَثِیْرًا فَعَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ عَضُّوْا عَلَیْهَا

بِالنَّوَاجِذِ۔ (مشکوٰۃ شریف)

''رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی بعد میں زندہ رہے گا تو وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ پس تم پر میری سنت لازم ہے اور میرے خلفاء راشدین کی سنت جو ہدایت یافتہ ہوں گے۔ اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا''۔ ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت مبارکہ کی پیروی کی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں اور اتباع سنت کی تاکید فرمائی ہے جس سے سنت کا شرعاً حجت ہونا اور واجب الاطاعت ہونا صراحتاً ثابت ہوتا ہے اور اپنی سنت کے ساتھ اپنے خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع کا جو حکم دیا ہے اس کی تشریح انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے مقام میں بیان کی جائے گی۔

احادیثِ شیعہ سے اتباع سنت کی تاکید

(۴۱)...... مذہب شیعہ کی کتب حدیث میں بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت اور اس کی اتباع کی تاکید کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ بعض روایات حسب ذیل ہیں۔

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، جس نے کتاب خدا اور سنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی، اس نے کفر کیا'' (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ۷۶ باب ۲۳)

اس روایت میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو کفر کرنے والا قرار دیا ہے جو سنت کی مخالفت کرے۔

(۴۲)...... ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' نہیں ہے قول مگر عمل کے ساتھ اور نہیں ہے قول و عمل مگر نیت کے ساتھ' اور نہیں ہے قول و عمل و نیت مگر سنت رسول کی موافقت کے ساتھ۔'' (شافی، ترجمہ اصول کافی، ۷۷)

(۴۳)...... امام محمد باقر علیہ السلام نے کسی سائل کے جواب میں فرمایا: اصل فقیہ وہ ہے جو تارک دنیا ہو، آخرت کی طرف راغب ہو اور سنت نبی سے تمسک رکھنے والا ہو'' ایضاً

(۴۴)......علامہ باقر مجلسی نے کلینی اور سید رضی سے بسند ہائے معتبر نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت یہ وصیت کی ہے: لیکن میری وصیت تم سے یہ ہے کہ شرک بخداوند بزرگوار نہ لانا اور کسی چیز کو اس کی عبادت میں شریک نہ کرنا اور سنت وطریقہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضائع نہ کرنا۔ کتاب خدا اور سنت رسول خدا کو بدستور رکھنا۔
(جلاء العیون جلد اول ۲۰۵ مطبوعہ لکھنو)

(۴۵)......"نہج البلاغۃ" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے یہ الفاظ ہیں: اَمَّا وَصِيَّتِیْ فَاللّٰهُ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ فَلَا تُضَيِّعُوْا سُنَّتَه اَقِيْمُوْ هٰذَيْنِ الْعُمُوْدَيْنِ وَاَوْقِدُوْا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ
"لیکن میری وصیت یہ ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم رکھو اور ان دونوں چراغوں (یعنی توحید وسنت) کو جلائے رکھو۔" (ص ۲۰۲ مطبوعہ طہران)

(۴۶)......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین حکمین (ثالث حضرات) مقرر کرنے پر لوگوں کے اعتراضات کے جواب میں فرمایا: وقد قال اللہ سبحانہ فان تنازعتم فی شیئ فردہ الی اللہ والرسول فردو الی اللہ ان نحکم بکتابہ وردہ الی الرسول ان ناخذ بسُنَّتِہٖ۔ (نہج البلاغۃ ۱۷۵)
بے شک اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی بات میں تمہارا نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹاؤ پس اس نزاع کو اللہ کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم کتاب اللہ پر فیصلہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو پکڑ لیں"۔

مندرجہ احادیث شیعہ سے بھی صراحتاً سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت اور اس کی

اتباع کی ضرورت وتاکید ثابت ہوتی ہے۔جس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

اہل السنت والجماعت کی خصوصیت

(۴۷)......جب قرآن کی آیات محکمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ارشادات سے (جو کتب اہل سنت اور کتب شیعہ دونوں میں مذکور ہیں) یہ ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت شرعی حجت ہے، قرآن مجید کی علمی وعملی تصویر ہے۔محبت وقرب خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے، رضائے الہیٰ کا نشان ہے دارین کے لئے سعادت کا موجب ہے۔تو یہی لفظ سنت بعد میں اہل حق اور باطل کے مابین امتیازی نشان قرار دیا گیا۔جبکہ دین وشریعت میں اعدائے اسلام کی سازشوں کے تحت غیر اسلامی نظریات وافکار شامل کر دیئے گئے اور ان پر بھی اسلام کا لیبل چسپاں کر دیا گیا۔اس لیے اہل حق نے دوسرے فرق باطلہ سے امتیاز کے لیے خصوصی طور پر اپنا مذہبی نام ''اہل سنت والجماعت'' مشہور کیا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اسلام اور اس شریعت کو مانتے ہیں جو کہ سنت رسول اور جماعت رسول سے مابعد کی امت کو حاصل ہوا ہے۔اسی بنا پر سلف وخلف اہل حق اپنے آپ کو ''اہل السنت والجماعت'' ہی کہتے چلے آرہے ہیں اور یہی نام وعنوان خلاف سنت اور خلاف جماعت صحابہ کے فتنوں اور تحریکوں سے امت مسلمہ کے لیے دینی تحفظ کا ذریعہ بنا۔

(۴۸)......حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بندہ ضعیف عبدالعزیز عفی عنہ کہتا ہے کہ فقیر کا مذہب اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور جو لوگ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہیں خواہ کفار ہوں، خواہ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں مثلاً روافض اور خوارج اور نواصب وغیرہ جو مخالفین اہل سنت والجماعت سے ہیں۔فقیر ان سب فرقوں کو باطل جانتا ہے اور ہزار دل سے ان سب فرقوں سے بیزار ہے۔ (فتاویٰ عزیزی، ۲۳۱)

الجماعۃ کی شرعی حیثیت

(۴۹)......اہل السنت والجماعت کی مذہبی اصطلاح میں جس طرح السنۃ سے مراد سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اسی طرح الجماعۃ سے مراد بھی جماعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس طرح رسول کریم' خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت، کتاب اللہ کے علوم واحکام کے حصول کا واحد واسطہ اور ذریعہ ہے اسی طرح جماعت رسول بھی مابعد کی امت تک سنت کو علمی وعملی ہر حیثیت سے صحیح طور پر پہنچانے کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر جماعت رسول کو شریعت اور سنت کے حصول کے لیے شرعی واسطہ نہ تسلیم کیا جائے تو پھر دین کامل اور شریعت مقدسہ کے مکمل طور پر حاصل کرنے کا عالم اسباب میں اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتاب اللہ کے الفاظ لینے والے بھی وہی لوگ ہیں اور ان کے معانی اور ان کی عملی صورتیں اخذ کرنے والے بھی وہی لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا اور ایمان لائے اور جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور معیت نصیب ہوئی' جو سفر وحضر میں حضور کے ساتھ رہے' جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں وطن چھوڑے۔ بڑے بڑے کبرائے قوم سے ٹکر لی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرچم نبوی تلے قربانیاں دیتے رہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت بھی اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا ہے اور شرعی وحی کا دروازہ بھی بند ہو گیا ہے اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ نے ہی قیامت تک اپنی اصلی اور جامع علمی وعملی صورت میں باقی رہنا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ میں ہی آپ کے شاگردوں اور جانثاروں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جن کے ہوتے نہ کسی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاجت رہے اور نہ کسی نئی وحی اور شریعت کی۔ یہی جماعت محمدی امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس امانت ووراثت کی من کل الوجوہ امین وضامن بن جائے اور ایسی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شرعی اور دینی عظمت اور مابعد کی

اُمت کے لیےان کی مقتدائیت اورپیشوائیت کا تذکرہ قرآن حکیم میں جابجاملتا ہے۔

جماعت رسول کی عظمت قرآن میں

(۵۰)...... كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۱۰)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالٰی پر ایمان لاتے ہو''۔ (بیان القرآن)

(ب) ''جو امتیں ہدایت مردم کے لئے پیدا کی گئیں، اُن میں تم سب سے بہتر ہو، نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور بدی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو''۔

(ترجمہ مولوی مقبول احمد دھلوی)

یہ آیت اس امر میں نص قطعی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سب اُمتوں اور جماعتوں سے بہتر ہے اور اللہ تعالٰی نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان صفات کاملہ کا یہاں ذکر فرمایا ہے جو ان میں بالفعل موجود تھیں یعنی نیکی کا حکم دینا، برائیوں سے منع کرنا اور پھر تومنون باللہ سے یہ بتلا دیا کہ اصحاب کا امر و نہی کرنا صرف ظاہراً دکھلاوے یا دنیوی اغراض کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ حقیقتاً اللہ پر ایمان رکھتے ہوں۔ تومنون باللہ (تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو) چونکہ یہ آیت مذہب شیعہ کے اس عقیدہ ہی کو بیخ و بن سے اُکھاڑنے والی ہے جو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق رکھتے ہیں۔اس لیے شیعہ مفسرین نے اس آیت میں لفظی تحریف کا اقرار کرلیا ہے چنانچہ شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی آیت کا ترجمہ یہی کرتے ہیں کہ:

جواُمتیں ہدایت مردم کے لیے پیدا کی گئیں ان میں تم سب سے بہتر ہو۔لیکن اپنے

مذہبی عقیدہ کی بنا پر حاشیہ میں اس کے خلاف یہ لکھتے ہیں کہ:

(۵۱)......تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ کسی نے ان کے سامنے پڑھا: کنتم خیر امة تو حضرت نے فرمایا کہ آیا وہ امت خیر امت ہے جس نے جناب امیر المومنین وحسنین علیہما السلام کو قتل کیا۔اس پڑھنے والے نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں، یہ آیت کیونکر نازل ہوئی تھی، فرمایا! اس طرح نازل ہوئی تھی: انتم خیر ائمة اخرجت للناس کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدح اس طرح فرماتا ہے: تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر و تومنون باللہ۔(ترجمہ مقبول)

لیجئے! آیت میں لفظ امة کا ہے اور شروع سے لے کر آج تک قرآن مجید کے نسخوں میں یہی لفظ لکھا ہوا کہ: عالم اسلام کے لاکھوں حفاظ قرآن اس آیت میں لفظ امة ہی پڑھتے ہیں، اور خود مولوی مقبول احمد صاحب موصوف نے بھی لفظ امة کا ہی ترجمہ جماعت لکھا ہے۔اب چاہیے تو یہ تھا کہ جس طرح قرآن مجید میں مذکور ہے اسی پر ایمان رکھا جاتا اور حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت صحابہ کو تمام امتوں اور جماعتوں سے بہتر اور افضل قرار دیا جاتا ہے۔لیکن آیت کی تفسیر میں اس کے خلاف امام جعفر صادق کی طرف ایک منسوب روایت نقل کر دی کہ یہاں بجائے اُمة کے آئمة کا لفظ تھا، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم تمام ائمہ سے بہتر ہو۔

(۵۲)......آیت میں لفظ امة کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ پیش کر رہے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، کیا وہ بہتر اُمت ہو سکتی ہے؟'' حالانکہ معمولی علم وفہم والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے سب جماعتوں سے بہتر فرمایا ہے، وہ اولین درجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے۔فرمائیے! کیا کسی صحابی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو

قتل کیا ہے اور کیا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے؟ وہ تو بعد کے واقعات ہیں اور آیت میں مخاطب وہ مومنین کاملین ہیں جو نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ ان کے دیگر مومنین بھی درجہ بدرجہ خیر امت میں شامل ہو سکتے ہیں اور بہ نسبت سابقہ امتوں کے بحیثیت مجموعی امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتحیہ سب سے افضل ہے، لیکن اس امت میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل اُمت ہیں اور یہ ایک پوری جماعت ہے، جن میں چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

(۵۳)..... آیت سے مراد آئمہ تو ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ آیت میں ان مومنین کی صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مذکور ہے، حالانکہ حسب اعتقاد شیعہ آئمہ اہل بیت تو ہمیشہ تقیہ ہی کرتے رہے اور اپنے مذہب حق کو کھلم کھلا کبھی ظاہر نہیں کیا اور ان کا یہ تقیہ بھی دین کے نو حصوں پر محیط ہے۔

بہرحال قرآن مجید کی اس آیت میں لفظ ''اُمۃ'' کو غلط قرار دینے کی بنا پر ثابت ہوا کہ دور حاضر کے شیعہ مفسرین بھی قرآن مجید میں لفظی تحریف کے قائل ہیں۔

۷۳ فرقوں کی عظیم پشین گوئی

رسول کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جہاں بہت سی عظیم الشان پشین گوئیاں احادیث میں مذکور ہیں۔ وہاں یہ عظیم پشین گوئی بھی مذکور ہے کہ میری اُمت میں تہتر (۷۳) فرقے پیدا ہوں گے۔ جن میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، اور یہ پشین گوئی اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

احادیث اہل سُنّت

(۵۴)..... اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی اثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً

وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا: مَنْ هِیَ یَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ (رواہ الترمذی)

وفی روایۃ احمد و ابی داود عَنْ مُعَاوِیَةَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَهِیَ الْجَمَاعَةُ۔ (مشکوۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

"تحقیق بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ جن میں سے سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا۔ (جو جنت میں جائے گا) تو فرمایا کہ جو لوگ میرے اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر ہوں گے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تہتر (۷۳) فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور وہ الجماعۃ ہے۔"

(۵۵)...... دوسری روایت میں ہے: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْقَالَ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ عَلٰی ضَلَالَةٍ وَیَدُ اللهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میری اُمت یا یہ فرمایا کہ اُمت محمد گمراہی پر کبھی اکٹھی نہیں ہوگی، اور اللہ کا ہاتھ اوپر الجماعۃ کے ہے اور جو اس جماعت سے علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں گرادیا جائے گا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(۵۶)...... وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوْا

السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّه مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ......رواه ابن ماجه من حديث انس رضى الله عنه (ایضاً مشکوٰۃ شریف)

''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سواد اعظم (سب سے بڑی جماعت) کی پیروی کرو۔ کیونکہ جو شخص ان سے جدا ہوا وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اُمت کے تہتر (۷۳) فرقوں میں سے وہی لوگ جنتی ہوں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر چلنے والے ہوں گے۔

احادیث مذہب شیعہ

(۵۷)......اہل سنت کی طرح احادیث شیعہ میں بھی اُمت کے تہتر (۷۳) فرقوں کی یہ پشین گوئی مذکور ہے۔ چنانچہ (۱) امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

تَفَرَّقَتِ النَّصَارٰى بَعْدَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى اثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً مِّنْهَا فِي الْجَنَّةِ وَاِحْدٰى وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَتَفَرَّقَتْ هٰذِهِ الْاُمَّةُ بَعْدَ نَبِيِّهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً اِثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِرْقَةً فِي النَّارِ وَفِرْقَةٌ فِي الْجَنَّةِ-وَمِنَ الثَّلٰثِ وَسَبْعُوْنَ فِرْقَةً ثَلٰثُ عَشَرَةَ فِرْقَةً تَنْتَحِلُ وِلَا يَتُنَا وَمَوَدَّتُنَا اِثْنَتَا عَشَرَةَ فِرْقَةً مِنْهَا فِي النَّارِ وَفِرْقَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَسِتُّوْنَ فِرْقَةً مِنْ سَائِرِ النَّاسِ فِي النَّارِ-

(فروع کافی جلد سوم، کتاب الروضہ،ص ۱۰۶، مطبوعہ لکھنو)

''امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نصاریٰ کے بہتر

(۷۲) گروہ بنے، جن میں سے ایک فرقہ ان کا جنت میں جائے گا اور اکہتر (۷۱) فرقے دوزخ میں جائیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، جن میں سے بہتر (۷۲) فرقے جہنم میں اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ ان میں سے تیرہ (۱۳) فرقے ہماری ولایت اور ہماری نبوت کے مدعی ہوں گے۔ اُن میں سے بارہ (۱۲) فرقے دوزخ میں اور ایک جنت میں جائے گا اور دوسرے لوگوں میں سے ساٹھ (۶۰) فرقے دوزخ میں جائیں گے۔''

ایک سوال

جب تیرہ (۱۳) فرقے شیعوں کے ہوں گے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے تو شیعہ علماء بتائیں کہ پاکستان میں وہ ایک جنتی فرقہ ان میں سے کون سا ہے اور باقی بارہ (۱۲) دوزخی فرقے ان میں کون کون سے ہیں؟

(۵۸)......علامہ ابن بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق نے اپنی کتاب ''خصال'' میں یہ روایت درج کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی اثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً یَهْلِكُ اِحْدٰی وَسَبْعُوْنَ وَیَتَخَلَّصُ فِرْقَةٌ قَالُوْ یَارَسُوْلَ اللهِ مَنْ تِلْكَ الْفِرْقَةُ قَالَ الْجَمَاعَةُ ۔ اَلْجَمَاعَةُ ۔ اَلْجَمَاعَةُ ۔

(کتاب خصال، جلد دوم، ص ۱۴۱، مطبوعہ ایران)

بیشک میری اُمت عنقریب بہتر (۷۲) فرقوں میں منقسم ہوگی، جن میں سے اکہتر (۷۱) فرقے ہلاک ہوں گے اور ایک فرقہ خلاصی پائے گا۔ انہوں نے (یعنی اصحاب نے) عرض کی، وہ فرقہ کونسا ہوگا، فرمایا! الجماعۃ! الجماعۃ! الجماعۃ!

(۵۹)......دوسری روایت میں ہے: وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَتَفْتَرِقُ بَعْدِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً فِرْقَةٌ نَّاجِیَةٌ وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ ۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت عنقریب تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی، جن میں سے بہتر (۷۲) فرقے دوزخ میں ہوں گے اور ایک فرقہ نجات پانے والا ہوگا۔ (ایضا خصال ۱۴۲)

فرقہ ناجیہ کونسا ہے؟

(۶۰)......اہل سنت کی احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ ناجی فرقہ (یعنی جہنم سے نجات پانے والا فرقہ) وہی ہوگا، جو ما انا علیہ و اصحابی کا پیروکار ہوگا۔ یعنی وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور طریقے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو ہی جنت کا راستہ تسلیم کریں گے اور جو لوگ ان دو شرعی بنیادوں کا انکار کریں گے یا ان میں سے ایک کا انکار کریں گے تو وہ لوگ جہنم کی راہ پر چلنے والے (غیر ناجی) ہوں گے، اور دوسری احادیث میں جو الجماعۃ سے وابستہ رہنے کی تاکید فرمائی ہے اس سے مراد بھی اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیض یافتہ جماعت مقدسہ ہے جن کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جاتا ہے اور بعد ان کے ہر وہ جماعت جو سنت اور صحابہ کی راہ پر چلنے والی ہو اور مذکورہ حدیث یعنی ما انا علیہ و اصحابی کا مضمون قرآن مجید کی حسب ذیل آیت میں بھی مذکور ہے: وَ مَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَ يَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا۔

(سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۱۵)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ لکھا ہے: "اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے رستے ہو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے، کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی"۔

(۶۱)......مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی شیعہ مفسر کا ترجمہ یہ ہے: ''اور جو شخص بعد اس کے کہ حق اس کے لیے کھل جائے رسول کی مخالفت اختیار کرے گا اور مومنوں کے راستہ کے سوا اور کوئی راہ اختیار کرے گا ہم بھی اسے اس راہ پر چلائیں گے اور اس جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے''۔(ترجمہ مقبول) اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کریں اور ان لوگوں کے لیے جو مومنین کے راستہ کو چھوڑ کر اور کوئی راستہ اختیار کریں جہنم میں داخل کرنے کی وعید سنائی ہے اور ظاہر ہے کہ مومنین سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مراد ہیں جو براہ راست رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شریعت کا علم وعمل حاصل کرنے والے ہیں۔ کتاب اللہ کے الفاظ ومعانی سیکھنے والے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت تزکیہ کے تحت قلوب و ارواح کو پاک کرنے والے ہیں، اور یہی وہ جماعت رسول ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیت میں کنتم خیر امة کا ممتاز لقب عطا فرمایا ہے' تو گویا حدیث شریف میں جو ما انا علیہ واصحابی کا مضمون تھا وہ سورۃ النساء کی مذکورہ آیت کا ہی بیان ہے۔ لہٰذا نہ صرف حدیث نبوی بلکہ قرآنی وحی سے بھی ثابت ہوگیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے لیے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی معیار حق ہیں کہ جن کی پیروی میں جنت اور جن کی نافرمانی میں جہنم ملتی ہے۔ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ: اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے یعنی اجماع امت کو ماننا فرض ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر، جس نے جدا راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔

احادیث شیعہ کی بنا پر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں

(۶۲)......''فروع کافی'' کی مذکورہ حدیث جس میں تہتر (۷۳) فرقوں کی پشین گوئی

مذکور ہے، اس میں گو جنتی ہونے کے لیے ائمہ کی ولایت ومحبت کو ماننا شرط قرار دیا گیا ہے، لیکن ایک دوسری حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ تمام اصحاب رسول ﷺ کے طریقے کو ماننا ضروری ہے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی مشہور، اور مستند کتاب ''احتجاج طبرسی'' میں (جس کے مصنف شیخ احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے:۔

وَرُوِیَ عَنْهُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ مَا وَجَدْتُّمْ فِيْ كِتَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فَالْعَمَلُ لَكُمْ بِهٖ وَلَا عُذْرَ لَكُمْ فِيْ تَرْكِهٖ وَمَا لَمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَكَانَتْ فِيْهِ سُنَّةٌ مِّنِّيْ فَلَا عُذْرَ لَكُمْ فِيْ تَرْكِ سُنَّتِيْ وَمَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ سُنَّةٌ مِّنِّيْ فَمَا قَالَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا۔ اِنَّمَا مَثَلُ اَصْحَابِيْ فِيْكُمْ كَمَثَلِ النُّجُوْمِ بِاَيِّهَا اَخَذَ اِهْتَدٰى وَبِاَيِّ اَقَاوِيْلَ اَصْحَابِيْ اَخَذْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ وَاخْتِلَافُ اَصْحَابِيْ رَحْمَةٌ

''امیر المومنین! حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کتاب اللہ میں جو کچھ پاؤ تو اس پر تمہارے لیے عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے چھوڑنے میں تمہارے لیے کوئی عذر نہیں ہے اور جو بات کتاب اللہ عزوجل میں نہ پائی جائے، اور میری سنت میں پائی جائے تو تمہارے لیے کوئی عذر نہیں ہے اور جو بات کتاب اللہ عزوجل میں نہ پائی جائے، اور وہ میری سُنت میں پائی جائے تو تمہارے لیے میری سُنت کے ترک کرنے میں کوئی عذر نہیں، اور جس امر میں میری سنت نہ پائی جائے تو جو میرے اصحاب کہیں وہی تم کہو۔ تحقیق تمہارے درمیان میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں سے ستارہ کو لیا جائے، اس سے ہدایت ہو جاتی ہے اور میرے اصحاب میں سے جو قول بھی تم لے لو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور میرے اصحاب کا اختلاف رحمت ہے''۔

(۶۳)......اس حدیث نے تو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی حرف بہ حرف تائید کردی کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا مقام ہے اور انہی کی پیروی میں جنت ملتی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کے ستارے ہیں، ان میں سے جس کی بھی پیروی کی جائے، ہدایت ملتی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف بھی امت کے لیے ایک رحمت ہے، اور اہل سنت کی اس حدیث میں بھی یہی مضمون مذکور ہے کہ: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں کہ جس کے پیچھے چلوگے ہدایت پاؤ گے'' یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اصول دین میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو کچھ اختلاف ہے وہ فروعات میں ہے اور وہ بھی اجتہادی اختلاف پر محمول ہے، جیسا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا اصول دین میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ ان کی شریعتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور اس آخری امت کے لیے فروعات دین میں سہولت کے لئے اجتہادی اختلاف کی گنجائش رکھی گئی ہے اور اصحاب یا مجتہدین امت کا یہ اختلاف بھی کتاب وسنت کے اصول کی روشنی میں ہوتا ہے۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد

(۶۴)......امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ما انا علیہ واصحابی کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ: اما دلیلیکہ پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملھا برتمیز فرقہ واحدہ ناجیہ ازاں فرق متعدد فرمودہ است آنست الذین ھم ما انا علیہ واصحابی یعنی آں فرقہ واحد ناجیہ آنند کہ ایشاں بطریقے اند کہ من براں طریقم واصحاب من براں طریق اندوذکر اصحاب باوجود کفایت بذکر صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والتحیہ دریں موطن برائے آن تواند بود کہ تا بدانند کہ طریق من ہماں طریق اصحاب است وطریق

نجات منوط باتباع طریق ایشانست وبس۔ چنانچہ حق سبحانہ فرمودہ من یطع الرسول فقد اطاع الله پس اطاعت رسول عین اطاعت حق آمد وخلاف اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عین معصیت او تعالیٰ پس در مانحن فیہ دعوی اتباع آں سرور نمودن علیہ الصلوۃ والسلام بخلاف اتباع طریق اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دعوی باطل است بلکہ آں اتباع فی الحقیقت رسول سنت علیہ الصلاۃ والسلام...وشك نیست کہ فرقہ ملتزم اتباع اصحاب آں سرور اندعلہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اہل سنت وجماعت اندشکر اللہ تعالیٰ سعیہم فہم الفرقۃ الناجیۃ چہ طاعتانِ اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات خود از اتباع ایشا محروم اند...وطعن کردن در اصحاب فی الحقیقت طعن کردن است بہ پیغمبر خدا جل شانہ۔ ما امن بالرسول من لم یوقر اصحابہ۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول نمبر ۱۳ ص ۱۰۵)

''یعنی متعدد فرقوں میں سے ناجی فرقہ کی تمیز کے لیے جو دلیل حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے وہ الذین ہم ما انا علیہ واصحابی ہے۔ یعنی اس ناجی فرقہ کے لوگ وہ ہوں گے جو میرے طریقے اور میرے اصحاب کے طریقے پر چلنے والے ہیں اور اس مقام میں باوجودیکہ خود صاحب شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کافی تھا۔ صحابہ کرام کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ لوگ جان لیں کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے اصحاب کا طریقہ ہے، اور راہ نجات فقط ان کے طریقے کی پیروی سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: من یطع الرسول فقد اطاع الله: ''جو شخص رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرے، اس نے اللہ تعالیٰ ہی کی پیروی کرلی'' پس اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل اطاعت حق ہے اور اطاعت

رسول نہ کرنا عین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے......پس اس سلسلہ اطاعت رسول ﷺ کے طریقہ کی مخالفت کرنے کے باوجود آنحضرت ﷺ کی اتباع کا دعویٰ کرنا باطل ہے۔ بلکہ خلاف اصحاب کسی کی اتباع درحقیقت رسول خدا ﷺ کی نافرمانی ہے......اور اس میں شک نہیں ہے کہ جو فرقہ اصحاب رسول ﷺ کی اتباع کو لازم قرار دیتا ہے وہ اہل سنت وجماعت ہی ہیں ''اللہ تعالیٰ ان کی کوششیں قبول فرمائے'' پس یہی فرقہ ناجیہ ہے کیونکہ اصحاب رسول ﷺ پر طعن کرنے والے، اصحاب کی پیروی سے محروم رہتے ہیں......اور اصحاب رسول پر طعن کرنا دراصل رسول اللہ ﷺ پر طعن کرنا ہے، اور جس نے اصحاب رضی اللہ عنہم کی عزت نہ کی وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لایا۔''

(۶۵)......اختلاف صحابہ کے بارے میں حضرت مجدد قدس سرہ فرماتے ہیں:

متابعت جمیع دراصول دین لازم است وہرگز دراصول اختلافے ندارند۔ اگر اختلاف است در فروع است وایضا مبلغان شریعت جمیع اصحاب اندکامر، لان الصحابۃ کلھم عدول...... واختلافے کے درمیان اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات واقع شدہ نہ از ہوائے نفسانی بود چہ نفوس شریفہ ایشاں تزکیہ یافتہ بودند واز امارگی باطمینان رسیدہ ہوائے ایشاں تابع شریعت شدہ بود وآں اختلاف مبنی براجتہاد بود واعلائے حق۔ پس مخطی ایشاں نیز درجہ واحدہ دارعند اللہ ومصیب را خود دو درجہ است۔ پس زبان را از خلفائے ایشاں باز باید داشت وہمہ را بہ نیکی یاد باید کرد۔ قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللهُ عَنْهَا اَيْدِيَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول، مکتوب نمبر ۲۱)

تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کی پیروی اصول دین میں ضروری ہے اور ہرگز ان کا اختلاف اصول دین میں نہیں ہے۔ اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے اور تمام اصحاب رضی اللہ عنہم شریعت

کے مبلغ ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں......اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلاف ہوا ہے وہ نفسانی خواہش کی بنا پر نہ تھا۔ کیونکہ ان کے شریف نفس پاک ہو چکے تھے اور امارگی سے پاک ہو کر مطمئنہ بن چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں بلکہ ان کا باہمی اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور کلمہ حق کے بلند کرنے کے لیے تھا۔ پس ان میں سے جس سے اجتہادی خطا ہوئی۔ اس کو بھی اللہ کے ہاں ایک درجہ ملے گا اور جس کا اجتہاد صحیح تھا، اس کو خود دو درجے ملیں گے۔ پس ان پر جفا اور ظلم کا الزام لگانے سے اپنی زبان کو باز رکھنا چاہیے اور سب اصحاب رضی اللہ عنہم کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے پاک رکھا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔''

اہل السنت والجماعت ہی فرقہ ناجیہ ہیں

(٦٦)......جب قرآن مجید کی آیات محکمات اور احادیث اہل سنت و احادیث شیعہ سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جماعت کی دینی عظمت، شرعی حجیت، اور حق و باطل۔ راہ جنت و دوزخ میں ان کا معیار حق ہونا واضح ہو گیا تو پھر سوائے اہل السنت والجماعت کے نام و عنوان کے اور کونسا بہتر اور جامع نام ہو سکتا ہے جس کی بنا پر فرقہ ناجیہ کو دوسرے باطل فرقوں سے امتیاز حاصل ہو سکے، اور یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے علاوہ اہل بیت کی عظیم شخصیتیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور جنت کے جوانوں کے سردار حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی بوجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض یافتہ ہونے کے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

جماعت مقدسہ میں شامل ہیں۔ باوجود قرابت نبوی ان حضرات کے عظیم فضائل کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا اور انوار نبوت اور فیضان صحبت سے تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب کی نعمت عظمیٰ حاصل کرنا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مہاجرین ہوں یا انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقربا ہوں یا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرح قرابت نسبی نہ رکھتے ہوں۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرما دیا ہے اور ان کو جنت کی بشارت دی گئی۔ اس لئے اُمت محمدیہ کے متعدد اور مختلف فرقوں میں سے اگر کوئی فرقہ اپنے اصول وعقائد کی بنا پر مقبول اور جنتی ہوسکتا ہے تو وہی اور صرف وہی ہوسکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پسندیدہ اور جنتی جماعت یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور پیروی کو راہ جنت کا نشان اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت واطاعت کا موثر واحد ذریعہ اور واسطہ مانتا ہے اور ایسا فرقہ سوائے اہل السنت والجماعت کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

احادیث شیعہ کے مطابق سُنت وجماعت پر مرنے والا عذاب سے محفوظ رہے گا

(٦٧)..... شیعوں کے شیخ ابن بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق (جو کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' کے مولف ہیں) اپنی کتاب ''جامع الاخبار'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرمایا کہ: لَیْسَ عَلٰی مَنْ مَّاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا شِدَّةٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ۔
(جامع الاخبار)

''جو شخص سنت اور جماعت پر مرے گا، اس پر قبر کا عذاب نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر قیامت کی سختی ہوگی'' چونکہ اس حدیث قدسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل السنت

والجماعت پر قبر اور قیامت کا عذاب نہیں ہوگا۔اس لئے اسی کتاب ''جامع الاخبار'' کا ترجمہ شیعوں کے ادیب اعظم سید ظفر حسن صاحب امروہوی نے بنام ''تحفة الابرار'' مطبوعہ کراچی شائع کیا ہے۔اس میں اس حدیث کا ترجمہ ہی غلط لکھ دیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں: ''اے محمد! جو شخص اطاعت کی سنت پر قائم رہتا ہے بعد مرگ اس پر عذاب قبر نہیں ہوتا اور نہ قیامت کی سختی اسے پیش آتی ہے''۔(۱۳۲)

حدیث کے عربی الفاظ ہیں علی السنة والجماعة یہاں واؤ حرف عطف ہے، لہٰذا معنیٰ یہ ہوگا: ''سُنت اور جماعت پر'' اور ادیب اعظم صاحب کا ترجمہ: ''جماعت کی سُنت پر'' تب صحیح ہوتا ہے جبکہ حدیث میں واؤ حرف عطف نہ ہوتا اور ترکیب اضافی ہوتی اور الفاظ یہ ہوتے: علیٰ سنة الجماعة: ''اوپر جماعت کی سُنت کے'' اس میں سُنة مضاف اور الجماعة مضاف الیہ بنتا ہے۔یہ ہے ادیب اعظم کے ترجمہ کا حال اور یہ وہی ادیب اعظم صاحب ہیں جنہوں نے ''اصول کافی'' مکمل اور فروع کافی کی پہلی جلد کا ترجمہ کیا ہے۔

(۶۸)......شیخ صدوق کی اسی کتاب ''جامع الاخبار'' میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔ (۱۶۶) ''خبردار! جو شخص حب آل محمد پر مرے گا وہ سُنت اور جماعت پر مرے گا'' اس حدیث سے بھی چونکہ ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کو حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوگی اس کی موت سُنت اور جماعت پر آئے گی اور یہ مطلب شیعہ مذہب کے بالکل خلاف پڑتا ہے۔اس لئے ادیب اعظم صاحب موصوف نے اس حدیث کا حسب ذیل ترجمہ بھی بالکل غلط لکھ دیا ہے کہ ''جو محبت آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرا، وہ نیکوکار پرہیزگار مرا'' (تحفة الابرار ص ۳۰۹)

یہاں ادیب اعظم صاحب نے حدیث کے الفاظ لکھ دیئے ہیں حالانکہ اس حدیث

میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ پرہیزگار اور نیکوکار ہو۔

قارئین کرام! اس ترجمہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے بڑے بڑے علماء وادباء کو تقیہ کس کس مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ عبرت! عبرت! عبرت!

بہرحال اس حدیث شیعہ سے اس پروپیگنڈے کی تردید ہوگئی...... کہ اہل السنت والجماعت کو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ محبت آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اہل السنت والجماعت کو ہی نصیب ہوئی ہے۔

(۶۹)......(۱) اسی حدیث مذکور کا ترجمہ جو ایک شیعہ عالم ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر جھنگ سیالوی نے کیا ہے وہ یہ ہے: ''خبردار رہو! جو محبت آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مرا وہ اہل السنت والجماعت ہو کر مرا'' (ثبوت خلافت حصہ اول) یہ ترجمہ صحیح ہے اور اس ترجمہ سے بھی ادیب اعظم صاحب کے ترجمہ کی غلطی واضح ہو جاتی ہے۔

ایک معمہ

(۷۰)...... ڈاکٹر مولوی نور حسین صاحب (جھنگ) نے ترجمہ تو صحیح لکھا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کی کتاب ''ثبوت خلافت'' کے ٹائٹل پر ان کے نام کے ساتھ ''سابق سُنی'' بھی لکھا ہوا ہے اور مصنف ''فلاح الکونین'' نے بھی ان کا نام علماء کی اس فہرست میں لکھا ہے جنہوں نے مذہب اہل سنت والجماعت کو چھوڑ کر شیعہ مذہب اختیار کیا ہے۔ لیکن تعجب خیز امر یہ ہے کہ جب شیعہ مذہب کی حدیث میں ہی یہ لکھا ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والا اہل السنت والجماعت ہو کر مرتا ہے اور ڈاکٹر صاحب خود بھی اس کا یہی ترجمہ کر رہے ہیں تو کیا انہوں نے اس بنا پر مذہب اہل سنت کو چھوڑا ہے کہ اس میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لازم آتی تھی؟ اور چونکہ وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر مرنا نہیں چاہتے تھے اس لیے انہوں نے سُنی مذہب کو چھوڑ دیا۔ کیا کوئی شیعہ عالم اس معمہ کو حل کرنے کی

کوشش کرے گا: ایں کار از تو ے آید و مرداں چنیں کنند۔(۱)

اہل السنت والجماعت کے نام کا ثبوت

(۷۱)......احادیث اہل سنت اور احادیث شیعہ سے سُنت اور جماعت کی شرعی عظمت ثابت ہونے کے بعد گو اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ قرآن اور حدیث یا اصحاب سے اہلسنت والجماعت کے بھی الفاظ ثابت کیے جائیں۔ کیونکہ جو شخص بھی سنت اور جماعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتا ہے اس کو اہل سنت والجماعت ہی کہا جائے، اور اہل کا لفظ تو نسبت کے لیے آتا ہے۔ دراصل ثبوت تو سنت اور جماعت کا چاہیے جو الحمدللہ ثابت کر دیا گیا۔ لیکن بعض غالی شیعہ ذاکرین اور علماء، عوام اہل سنت کو ورغلانے کے لیے یہ کہتے رہتے ہیں کہ لفظ شیعہ قرآن میں موجود ہے۔ مگر اہل السنت والجماعت کے الفاظ قرآن میں موجود نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جہلاء ذاکرین چیلنج بھی دے دیا کرتے ہیں کہ کوئی سُنی عالم قرآن وحدیث یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ الفاظ ثابت نہیں کر سکتا، لہٰذا اس قسم کے جہلاء ذاکرین کے پروپیگنڈے کے انسداد کے لیے ہم یہاں اہل السنت والجماعت کے الفاظ کا ثبوت بھی پیش کر رہے ہیں، تاکہ ہر پہلو سے مذہب اہل سنت والجماعت کی حقانیت واضح ہو جائے۔

---

(۱) شیعہ مجتہد مولوی حسین بخش نے ''انوار النجف'' کے مقدمہ میں ترجمہ یہ لکھا ہے: آگاہ ہو کہ جو شخص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لے کر مرتا ہے وہ سنت و جماعت پر ہو کر مرتا ہے (ص ۲۳۔)

اہل سنت کی تعریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے

(۴۷)......مذہب شیعہ کی مستند کتاب "احتجاج طبرسی" میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ میں خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ اَھْلُ الْجَمَاعَةِ۔ اَھْلُ الْفِرْقَةِ۔ اَھْلُ الْبِدْعَةِ اور اَھْلُ السُّنَّةِ کون لوگ ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا: اَمَّا اَھْلُ الْجَمَاعَةِ فَاِنَّ وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ قَلُّوْا وَذٰلِكَ الْحَقُّ عَنْ اَمْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَعَنْ اَمْرِ رَسُوْلِهٖ۔ وَاَھْلُ الْفِرْقَةِ اَلْمُخَالِفُوْنَ لِیْ وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ اَكْثَرُوْا۔ وَاَمَّا اَھْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ سَنَّه' اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَاِنْ قَلُّوْا ۔ وَاَمَّا اَھْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ الْعَامِلُوْنَ بِرَأْيِهِمْ وَاَھْوَاءِ هِمْ وَاِنْ كَثُرُوْا۔(۸۴)

"اہل الجماعۃ میں ہوں اور وہ لوگ جو میری اتباع کریں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں اور یہ حق ہے اللہ تعالیٰ کے امر سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر سے، اور اہل الفرقۃ وہ ہیں جو میرے مخالف ہیں اور میری پیروی کرنے والوں کے مخالف ہیں اگرچہ وہ زیادہ ہوں، اور اہل السنۃ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مضبوط پکڑنے والے ہیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں، اور اہل بدعۃ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف ہیں جو اپنی آراء اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔"

یہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اہل السنت اور اہل الجماعت کی اصطلاح استعمال کی ہے اور ان کی تعریف کی ہے اور ان کے مقابلہ میں اہل بدعت اور اہل فرقہ کی مذمت فرمائی ہے اس سے ثابت ہوا کہ (۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہل السنت

والجماعت ہی حق پر ہیں اور خود حضرت علی ﷜ بھی اہل السنت والجماعت ہیں۔ (ب) یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سائل نے اہل سنت کے متعلق تو آپ سے دریافت کیا ہے لیکن شیعہ کے متعلق کچھ نہیں پوچھا اور حضرت علی ﷜ نے بھی جواب میں اہل سنت کی تعریف فرمائی ہے' شیعوں کا کوئی ذکر تک نہیں کیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی ﷜ کے زمانہ میں شیعہ مذہب کا وجود بھی نہ تھا۔ اگر کہیں لفظ شیعہ استعمال کیا گیا ہے تو لغوی معنیٰ میں نہ کہ مذہبی معنیٰ میں (ج) چونکہ اہل سنت اور شیعہ دونوں آپس میں متضاد ہیں اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس وقت شیعہ مذہب تو تھا اور سچا بھی تھا لیکن چونکہ سائل نے شیعہ کے متعلق دریافت نہیں کیا۔ اس لئے حضرت علی ﷜ نے شیعہ کی تعریف ضروری نہیں سمجھی۔ کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ شیعہ مذہب کا اس وقت وجود بھی تھا' اور شیعہ مذہب سچا بھی ہو تو ان مختلف مذاہب کے تذکرہ میں حضرت خود بھی شیعہ مذہب کی تعریف نہ کریں۔

علاوہ ازیں جب آپ نے اہل سنت کی تعریف فرمادی تو جو مذہب اس کے بالکل برعکس اور مخالف ہے۔ حضرت علی ﷜ اس کی تعریف کیونکر کر سکتے ہیں؟ ورنہ لازم آئے گا کہ العیاذ باللہ حضرت علی المرتضیٰ ﷜ سنی بھی تھے اور شیعہ بھی تھے۔ البتہ علمائے شیعہ یہ آخری تاویل کر سکتے ہیں کہ حضرت علی ﷜ کے نزدیک شیعہ مذہب ہی برحق تھا لیکن از روئے تقیہ آپ نے اس کا تو ذکر نہیں فرمایا، اور اس کی جگہ اہل سنت کی تعریف کر دی۔ گویا کہ ماتمی گروہ کے نزدیک شیر خدا علی ﷜ اپنے دور اقتدار میں اپنی زبان سے بھی مجمع عام میں اعلان حق نہیں کر سکتے تھے اور آپ کی پالیسی یہ رہتی تھی کہ۔

باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

(۷۳)..... بعض عالم نما جاہل ذاکر حضرت علی ﷜ کے مذکورہ ارشاد میں اہل سنت کے لیے وان قلّوا کے الفاظ سے اور اہل بدعت کے لیے وَاِنْ کثروا کے الفاظ سے یہ

ثابت کرتے ہیں کہ یہاں اہل سنت ان کو کہا گیا ہے جو تھوڑے ہیں اور اہل بدعت ان کو کہا گیا ہے جو زیادہ ہیں اور چونکہ اہل سنت ہونے کے مدعی اپنی عظیم اکثریت کی وجہ سے وان کثروا کا مصداق ہیں اس لیے یہ دراصل اہل بدعت میں سے ہیں۔ لیکن یہ استدلال محض جہالت پر مبنی ہے کیونکہ (۱) وان قلوا اور وان کثروا کے الفاظ میں ان وصلیہ ہے نہ کہ مخففہ من المثقلہ۔ اور مستدل نے اپنی جہالت سے یہاں اِنْ کو مخففہ سمجھ لیا ہے جس کا معنیٰ ہے ''تحقیق''۔

(۷۴)......اِنْ وصلیہ میں وجود اور تحقیق مقصود نہیں ہوتا بلکہ بطور بالفرض ایک بات کی جاتی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد یہ ہے کہ بالفرض اہل سنت تھوڑے بھی ہوں تو وہ حق پر ہوں گے اور اہل بدعت اگر زیادہ بھی ہوں تو وہ باطل پر ہوں گے۔ مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: اِنَّ وَلِیَّ مُحَمَّدٍ مَنْ اَطَاعَ وَاِنْ بَعُدَتْ لُحْمَةٌ وَاِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ مَّنْ عَصَی اللهَ وَاِنْ قَرُبَتْ قَرَابَةٌ۔ (نہج البلاغۃ ۵۴۱)

''بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دوست وہی ہے جو اللہ کی اطاعت کرے۔ اگرچہ اس کی قرابت دور کی ہو اور حضور کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمائی کرے، اگرچہ اس کی قرابت قریب کی ہو'' کیا کوئی اس عبارت میں ان شرطیہ وصلیہ کے استعمال سے یہ مطلب حاصل کرسکتا ہے کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں وہ اللہ کے نافرمان ہیں العیاذ باللہ۔ یہ جواب بعض جاہل ذاکرین کے اعتراض کی بنا پر دیا گیا ہے ورنہ کوئی شیعہ عالم دیانتداری سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ ''احتجاج طبرسی'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس فرقہ کی تعداد زیادہ ہے وہ اہل بدعت ہیں۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض جاہل معترض کے قول کے مطابق اگر اہل سنت بوجہ کثرت کے اہل بدعت ہیں۔ العیاذ باللہ تو پھر یہ تو بتائیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق اس زمانہ میں اہل سنت

کون لوگ ہیں؟ شیعہ تو اس کا مصداق ہو نہیں سکتے کیونکہ ان کو تو اہل سنت کے نام سے بھی نفرت ہے اور اگر ہم بھی اہل سنت نہیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اہل سنت اور اہل حق کا کوئی وجود ہی نہیں؟ اور یہ بھی فرمائیں کہ حضرت امام مہدی بھی جب ظاہر ہوں گے تو وہ اہل سنت کے رہنما ہوں گے یا اہل بدعت کے؟

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانوں
تمہاری داستاں تک نہ ہو گی داستانوں میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے سواد اعظم کی تعریف

(۷۵)...... اہل السنت والجماعت اپنے آپ کو ''سواد اعظم'' سے تعبیر کرتے ہیں اور اہل تشیع اس کے خلاف ہیں۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود سواد اعظم سے منسلک رہنے کا حکم دیا ہے: اِلْزَمُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّ يَدَاللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ: ''سواد اعظم کے ساتھ لگے رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ اوپر جماعت کے ہے'' (نہج البلاغۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زبان سے اہل السنت کی تعریف

(۷۶)...... حافظ عماد الدین ابن کثیر محدث سورۃ آل عمران رکوع ۱۱ کی آیت: یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ: '' اس روز کہ بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے'' کے تحت لکھتے ہیں: يَعْنِىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِيْنَ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالْفِرْقَةِ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔''

''یعنی قیامت کے دن جب کہ اہل السنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وفرقہ کے چہرے سیاہ ہوں گے۔''

(۷۷)......قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّه قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ. قَالَ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ: ''حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اہل سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وفرقہ کے چہرے سیاہ ہوں گے''
(تفسیر مظہری)

(۷۸)......علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں یہ روایت درج کی ہے: عن ابن عباس فی هذه الاية قال تبيض وجوه اهل السنة والجماعة وتسود وجوه اهل البدعة والضلالة

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل السنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وضلالت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (تفسیر درمنثور جلد دوم مطبوعہ بیروت ۶۳)

خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد

(۷۹)......حدیث کی مشہور کتاب ''سنن دارمی'' میں ہے کہ: ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قریب ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ قرآن کے شبہوں کو لے کر تم سے جھگڑا کریں گے تو ان کو حدیثوں کے ساتھ پکڑ لو۔ کیونکہ اصحاب سُنن اللہ کی کتاب کو خوب جانتے ہیں'' (دارمی مترجم ۷۵) یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اصحاب سُنن کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ سُنن جمع ہے سنت کی، اور اصحاب سنن اور اہل سنت کے الفاظ ایک ہی مفہوم کو ادا کرنے والے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے اہل سنت کا ثبوت

(۸۰)......تفسیر درمنثور ہی میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں یہ روایت لکھی ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ ۔ قَالَ تَبْیَضُّ وُجُوْہُ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہُ اَھْلِ الْبِدَعِ

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل السنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے''۔

(۸۱)......امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ورع اور تقویٰ کے بیان میں لکھتے ہیں: وَلَا یُعْلَمُ تَفْصِیْلُ ذَالِکَ اِلَّا بِالْاِ قْتِدَاءِ بِالْفِرْقَۃِ النَّاجِیَۃِ وَھُمُ الصَّحَابَۃُ فَاِنَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قَالَ اَلنَّاجِیْ مِنْھَا وَاحِدَۃٌ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ ھُمْ قَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ فَقِیْلَ وَمَنْ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (احیاء العلوم جلد ثالث مطبوعہ مصر ۱۹۹)

''اور اس کی تفصیل فرقہ ناجیہ کی پیروی کے بغیر نہیں معلوم ہو سکتی اور وہ فرقہ ناجیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (تہتر فرقوں کی پیشین گوئی میں) فرمایا کہ ان میں سے نجات پانے والا فرقہ ایک ہی ہوگا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں تو فرمایا اہل السنۃ والجماعت، پھر عرض کیا گیا کہ اہل السنت والجماعت کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ جو میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر ہیں۔''

(۸۲)......امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی کتاب ''طب جسمانی و طب روحانی'' کے ترجمہ ''مجربات غزالی'' ۱۴۱ ۳ مطبوعہ لاہور ۱۹۱۳ء میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھَا ھَالِکَۃٌ وَّوَاحِدَۃٌ مِّنْھَا نَاجِیَۃٌ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنِ الْفِرْقَۃُ النَّاجِیَۃُ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قِيْلَ وَمَا اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ۔

''میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوجایں گے جن میں سے صرف ایک نجات پانے والا ہوگا اور باقی سب ہلاک ہونے والے ہوں گے۔عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہے۔فرمایا! اہل السنت والجماعت۔عرض کیا گیا کہ اہل السنت والجماعت کونسا فرقہ ہے' فرمایا! جس طریقہ پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں اس پر چلنے والے''

امام حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اہل سنّت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

(۸۳)......میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مخالفین سے خطاب کرتے ہوئے اپنے طویل خطبہ میں یہ بھی فرمایا تھا: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ لِيْ وَاَخِيْ اَنْتُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَقُرَّةُ عَيْنِ اَهْلِ السُّنَّةِ۔

(تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم ۶۲ مطبوعہ بیروت)

''تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تھا کہ تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہو اور اہل سنت کی آنکھ کی ٹھنڈک ہو''

(۸۴)......یہی ارشاد تاریخ ابن خلدون مترجم اردو حصہ دوم ۱۱۳ میں بھی مذکور ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا: ''کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا ہے کہ تم دونوں سردار جوانان جنت ہو اور اہل سنت کی آنکھ کی ٹھنڈک ہو'' کتب تفسیر، حدیث اور تواریخ وغیرہ کے مندرجہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اہل سنت والجماعت کے نام کے الفاظ نہ صرف یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے استعمال کیے ہیں۔بلکہ رسول عربی، سرور

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی یہی الفاظ صادر ہوئے ہیں۔حتی کہ اپنے پیارے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔لیکن ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ماتمیوں کے نزدیک اہل السنت والجماعت کہلوانا حضرات اہل بیت کی دشمنی کی علامت ہے اور بجائے اہل سنت کے شیعہ کہلوانا اہل بیت سے محبت کا نشان ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ لیا ، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اہل سنت کا عروج وزوال

(۸۵)......اسلام کا عروج وزوال مسلمانان اہل سنت والجماعت کے عروج وزوال سے وابستہ ہے۔غلبہ اسلام کا ایک وہ زمانہ تھا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ و جہاد کے نتیجہ میں اسلام افریقہ اور کابل وقندھار تک پھیل گیا۔ایران وروم جیسی صدیوں کی مستحکم سلطنتیں زیروزبر ہوگئیں اور قرآن مجید کی عظیم پشین گوئی: لیظھرہ علی الدین کله: ”یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے اپنے دین کو سارے دینوں پر غالب کرے گا“ دوررسالت کے بعد دور خلافت راشدہ اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تکمیل پذیر ہوئی۔دنیا کی کوئی طاقت اسلامی فتوحات کے سیلاب کو نہ روک سکی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدم مبارک جہاں تک پہنچے کفر وشرک اور ظلم وضلالت کی ظلمتیں دور ہوئیں اور توحید وسنت اور عدل وہدایت کے انوار پھیل گئے۔غلبہ اسلام کی ایک جھلک علامہ اقبال مرحوم نے اپنے اشعار میں دکھلائی ہے۔

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں لڑے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی!
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
محفل کون ومکاں میں سحر وشام پھرے!
مئ توحید کولے کر صفت جام پھرے
کوہ میں' دشت میں لیکر ترا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجکو کبھی ناکام پھرے؟
دشت تو دشت صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے' گھوڑے ہم نے

(۸٦)......اسلام علماء ربانیین اوراولیائے صالحین کی تبلیغی سرگرمیوں سے ہندوستان میں پھیلا۔حتی کہ صرف امام الاولیاء حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وروحانی برکات سے نوے (۹۰) لاکھ کافر مسلمان ہوئے تھے اور غالبا آٹھ سو سال تک ہندوستان میں اسلامی حکومت کا پرچم لہراتا رہا' اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد: مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کے تحت: (یعنی جنت میں وہی لوگ جائیں گے جو میرے اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر ہوں گے) اسلام ہمیشہ مذہب اہل السنت والجماعت کی صورت میں جلوہ گر رہا۔سلاطین وغازیان اہل سنت

اپنی مجاہدانہ اورسرفروشانہ طاقتوں سے دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کرتے اور علمائے حق اور اولیائے اُمت اپنی علمی اور روحانی قوتوں سے عامۃ المسلمین کی تعلیم وتربیت فرماتے رہتے تھے۔ مجتہدین وفقہاء نے فقہ اسلام کی حفاظت کی اور بالخصوص اہل سنت کے مجتہدین اربعہ یعنی امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد اجتہادی صلاحیتوں سے شریعت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوۃ والتحیہ کی فروعاتی حدود کے تحفظ کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا' اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم میں سے خصوصاً اقطاب اربعہ یعنی سلطان الہند حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ محبوب سبحانی، قطب ربانی غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ المشائخ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اور مرشد الکاملین حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام کی روحانی نسبتوں سے اہل ایمان کے قلوب وارواح کو منور کیا۔ غرضیکہ شریعت کا علم ہو یا عمل' طریقت کا حال ہو یا مقام' حقیقت کے مدارج ہوں یا منازل۔ ہر شعبہ کی اشاعت وحفاظت اہل السنت والجماعت کے اکابر کے ذریعہ سے ہی ہوتی رہی ہے، اور علمائے اہل سنت کی جدوجہد کی بنا پر ہی ہر دور میں عامۃ المسلمین سنت رسول اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرعی عظمتوں کو مانتے چلے آرہے ہیں یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ میں انکار سنت یا انکار صحابہ کے فتنے کامیاب نہیں ہوسکے۔

حتیٰ کہ مجبوراً علمائے شیعہ کو تقیہ کا راستہ اختیار کرنا پڑا اور وہ ایک گہری خفیہ تحریک کے ذریعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو مطعون اور ان کے شرعی مقام کو مجروح کرنے کی کوششیں کرتے رہے۔ لیکن عوام اہل سنت کے دلوں میں عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نقش اس طرح جما ہوا تھا کہ جاہل سے جاہل سنی مسلمان بھی جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات اہل بیت کی تنقیص وتوہین برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

اسی طرح اس کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص وتوہین بھی ناقابل برداشت ہوتی تھی اور اگر کسی شخص کے متعلق یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے، تو اس کو عوام اہل سنت انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ بظاہر سنی علماء کے روپ میں رہے اور خفیہ طریق سے حسب حال شیعیت کے لیے راہ ہموار کرتے رہے۔ چنانچہ شیعوں کے مایہ ناز مجتہد قاضی نور اللہ شوستری (جن کو جہانگیر بادشاہ نے قتل کرا دیا تھا اور علمائے شیعہ ان کو شہید ثالث قرار دیتے ہیں) خود اعتراف کرتے ہیں کہ: صاحبان معرفت اور اصحاب بصیرت کے صاف دلوں پر پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت امیر المومنین کے خلافت کے زمانے سے لے کر سلاطین صفویہ کے ظہور سلطنت تک اہل تشیع میں بلائے تقیہ کا ایسا زور رہا ہے کہ اپنے مذہب کو بالکل ظاہر نہیں کرسکتے تھے اور نہ اپنے اصول وفروع کی ترویج ہی ممکن تھی۔ بلکہ علماء فقہائے معتزلہ واشاعرہ کے اصول وفروع پر ظاہر میں عمل رہا کرتا تھا اسی سبب سے مخالفین کے مختلف فرقوں نے تو اپنے بزرگوں کے حالات مشہور کرنے میں بڑی بڑی کوششیں کیں اور بہت سی کتابیں اس فن میں تصنیف ہوئیں۔ لیکن علمائے شیعہ بہ سبب سالہا سال مظلوم اہل شقاء رہنے کے گوشہ تقیہ میں چھپے رہتے تھے اور اپنے کو شافعی یا حنفی ظاہر فرماتے تھے۔ (مجالس المومنین ۳)

اہل سنت کا ذہنی تنزل

(۸۷)......لیکن جب اہل سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شرعی عظمت سے غافل ہوتے گئے اور شرف صحابیت کے اعتقاد میں کمزوری آتی گئی تو شیعیت کو پھلنے اور پھولنے کا موقعہ ملتا رہا اور شیعہ علماء ومجتہدین نے اپنے مذہبی لٹریچر کی اشاعت شروع کردی اور محبت اہل بیت کے عنوان پر ناواقف اہل سنت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظن کرنے کی کوششیں تیز ہوگئیں

اور اس طرح ان کی تحریک رفض کو عوام اہل سنت کو متاثر کرنے کا موقعہ ملتا رہا۔

متاخرین علمائے اہل سنت

(۸۸)......لیکن اکابر علمائے اہل سنت اس فتنہ سے غافل نہیں رہے اور سنی وشیعہ نزاعی مسائل کے حل میں مدلل تصانیف شائع کر کے مذہب اہل سنت کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

(۸۹)......متاخرین میں گیارھویں صدی کے مجدد اعظم حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اپنے دیگر علمی وروحانی مشاغل کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے شرعی مقام کی تبلیغ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور اعتراضات ومطاعن شیعہ کا بہت محققانہ جواب دیا اور اپنے تجدیدی کارنامہ سے مذہب اہل سنت کا تحفظ کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات تین جلدوں میں شائع ہیں اور ان کا اردو ترجمہ بھی چھپ گیا ہے۔ ان مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد نبوی ما انا علیه واصحابی کی بنیاد کو اس دور میں مستحکم فرمایا اور ہر پہلو سے مذہب اہل سنت کا پرچم بلند ہوگیا۔ جہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبری الحاد کا قلع قمع فرمایا وہاں سبائی تحریک کے آگے بھی سد سکندری کھڑی کردی۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ سبائی تحریک کا مقابلہ کرنا اور مسلمانان اہل سنت کو اس کے مہلک اثرات سے بچانا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عظیم تجدیدی کارنامہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے دفاع کا مقدس جذبہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے قلب صافی میں اس طرح موجزن تھا کہ اس زمانہ میں اہل تشیع کی طرف سے ایک رسالہ شائع ہوا۔ جس

سے العیاذ باللہ خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی تکفیر کی گئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طعن وتشنیع کا ہدف بنایا گیا۔تو حضرت بیقرار ہو گئے اور اس کے رد میں "ردالروافض" کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور خود اس رسالہ کی تصنیف کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ: ایں حقیر ہر چند در مجالس ومعارک مشافہۃ بمقدمات معقولہ ومنقولہ رد آنہای کردہ وبر غلطہائے صریحہ ایشاں راطلاع دادا ما از روئے حمیت اسلام وبموجب حدیث نبوی علیٰ مصدر الصلوۃ والسلام کہ فرمودہ: اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ اَوِالْبِدَعُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللهُ لَه صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔بایں قدر رد والزم کفایت نمی کردہ سوزش سینہ بے کینہ تشفی نیافت وبخاطر فاتر قرار یافت کہ اظہار قاصد ایشاں تادرز مانیکہ در قید کتابت نہ آید فائدہ تام ونفع عام نہ بخشندہ فشرعت مستعینا باللہ الصمد...... یہ حقیر ہر چند اپنی مجلسوں میں اور دوسری جگہوں میں لوگوں کے سامنے نقلی اور عقلی طور پر اس رسالہ شیعہ کا رد کرتا رہتا تھا اور اس کی صریح غلطیوں کی اطلاع دیتا رہتا تھا کہ لیکن اسلامی حمیت کی رو سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے بموجب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "جب فتنے یا بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہما کو گالیاں دی جائیں اور ان کو برا کہا جائے۔تو اس وقت عالم پر لازم ہے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے۔(یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے دفاع کرے) اور جو عالم ایسا نہیں کرے گا اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی' اور اللہ اس کی فرضی اور نفلی عبادت قبول نہیں کرے گا" صرف زبانی تردید اور الزام دینا کافی سمجھتا تھا اور میرے صاف دل کی سوزش کو تسکین نہیں ہوتی تھی۔اس لیے میرے دل میں یہ بات جم گئی کہ جب تک ان مقاصد کو لکھا نہ جائے لوگوں کو

پورا فائدہ اور عام نفع نہ ہوگا۔ پس میں نے خدائے بے نیاز سے مدد لیتے ہوئے اس رسالہ کی تصنیف شروع کردی۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ ماشاء اللہ مذہب اہل سنت کے لیے ایک محققانہ دستاویز ہے۔ جس میں مطاعن شیعہ کا پورا پورا ابطال کر کے خلفائے عظام رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور حقانیت واضح کردی گئی ہے۔ خصوصاً مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہم جھگڑوں) کے مسئلہ کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اس طرح صاف کرتے ہیں کہ کسی صاحب شعور اور اہل ایمان کے دل میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے کوئی بدظنی باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تحریر فرماتے ہیں:

وَسُئِلَ عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَ كَفَاكَ بِهٖ جَلَالَةً وَّعِلْمًا اَيُّهُمَا اَفْضَلُ مُعَاوِيَةَ اَوْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ ؟ فَقَالَ الْغُبَارُ الَّذِىْ دَخَلَ اَنْفَ فَرَسِ مُعَاوِيَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِّنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ كَذَا مَرَّةً۔ اَشَارَهٗ بِذٰلِكَ اِلٰى اَنَّ فَضِيْلَةَ صُحْبَتُهٗ وَرُؤْيَتُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعَدُّ لَهَا شَيْئٌ وَهٰذَا فِىْ غَيْرِ اَكَابِرِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ مِمَّنْ لَمْ يُضَمُّ اِلَّا بِمُجَرَّدِ رُؤْيَتِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا بَالُكَ فِىْ مَنْ ضُمَّ اِلَيْهَا اَنَّهٗ قَاتَلَ مَعَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِىْ زَمَنِهٖ بِاَمْرِهٖ اَوْنَقَلَ شَيْئًا مِّنَ الشَّرِيْعَةِ اِلٰى مَنْ بَعْدَهٗ اَوْاَنْفَقَ شَيْئًا مِّنْ مَّالِهٖ بِسَبَبِهٖ فَهٰذَا مِمَّا لَا يُمْكِنُ اِدْرَاكُ فَضْلِهٖ ، وشک نیست کہ شیخین از اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اند بلکہ افضل ایشاں۔ پس تکفیر بلکہ تنقیص ایشاں موجب کفر و زندقہ و ضلالت باشد وَفِى الْمُحِيْطِ لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى لَا يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ خَلْفَ الرَّافِضَةِ لِاَنَّهُمْ اَنْكَرُوْا خِلَافَةَ الصِّدِّيْقِ وَقَدِ اجْتَمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلٰى خِلَافَتِهٖ وَفِى الْخُلَاصَةِ مَنْ اَنْكَرَ

خَلَافَةَ الصِّدِّیْقِ فَاِنَّہٗ کَافِرٌ۔ (ردالروافض،ص۱۶)

''حضرت عبداللہ بن مبارک تابعی رحمۃ اللہ علیہ (جن کو بڑا علم ومرتبہ حاصل ہے) سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ؟ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جس گھوڑے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سوار ہوئے ہیں۔ اس گھوڑے کے نتھنوں کا غبار بھی حضرت عمر بن العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کئی گنا بہتر ہے۔ آپ نے اس سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے، اور یہ فضیلت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے، جس کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ پس ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کتنی بلند شان ہوگی، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر کفار سے جنگ کی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جنگ کی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے شریعت کی کوئی بات بعد والوں کو پہنچائی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اپنے مال میں سے خرچ کیا ہے تو ان کی فضیلت کا ادراک ہمارے لیے ناممکن ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ بلکہ ان سب سے افضل ہیں پس ان سب سے افضل ہیں۔ پس ان کی تکفیر کرنا بلکہ ان کی تنقیص کرنا کفر، زندیقیت اور گمراہی کا موجب ہے۔ اور امام محمد کی ''محیط'' میں ہے کہ رافضیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور تحقیق آپ کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے اور خلاصہ میں ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے۔

مقام عبرت

(۹۰)......ایک وہ دور تھا کہ مجدد اعظم مذہب اہل سنت کے تحفظ کے لیے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے پر جوش دفاع کرتے اور اس کو اپنی زندگی کا مقدس نصب العین سمجھتے تھے اور اک موجودہ دور ہے کہ اکابر علماء جو تفسیر وحدیث میں ایک علمی مقام رکھتے ہیں۔ سنی وشیعہ مسائل حل کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے تحریری وتقریری دفاع کرنے کو اپنے علو مقام کے منافی سمجھتے ہیں۔ (الاماشاء اللہ) بلکہ حب صحابہ رضی اللہ عنہم اور بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بنیادی فرق کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک متحدہ مذہبی پلیٹ فارم قائم کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں!

خاندان حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۱)..... حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کی نعمت عطا فرمائی اور آپ کا سارا خاندان ہی تحفظ مذہب اہل سنت کی یادگار بن گیا۔ چنانچہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف ''جواب استقصاء الافحام'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ: جب ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے دور آخر میں ایرانیوں کے تعلقات کے سبب سے رفض کا اثر نمایاں ہوا' پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ (قاضی) نور اللہ شوستری نے تقیہ کر کے جہانگیر بادشاہ غازی کے دربار سے قاضی کا عہدہ پایا اور بزور حکومت خفیہ خفیہ ایسی ناجائز کاروائیاں کیں کہ اس اثر کو قوت پر قوت پہنچتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا کہ فتنہ رفض مستقل طور پر ہندوستان میں قائم ہو گیا۔ اس وقت رحمت الٰہی نے دہلی کے ایک مقدس خاندان کو منجملہ اور عظیم الشان خدمات دینیہ کے فتنہ رفض کے مقابلہ کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ الشیخ

حضرت مولانا ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ آراء کتاب "ازالۃ الخفاء" تصنیف فرمائی۔ جس کے متعلق علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (یعنی حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ) اپنی شرح "موطا" میں لکھتے ہیں: کتاب عدیم النظیر فی بابه (یہ کتاب اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔) پھر انہوں نے دوسری کتاب "قرۃ العینین" بھی لکھی اورحق یہ ہے کہ انہوں نے حجۃ اللہ قائم کردی۔ (فرحمۃ اللہ علیه وعلیٰ اتباعه وموالیه) اوران کے بعد ان کے خلف الصدق حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفہ اثنا عشریہ" تصنیف کی۔ جس نے دنیائے تشیع کو زیروزبر کردیا۔

مجتہدین شیعہ کی عمروں کا بہترین حصہ تقریباً ایک صدی تک اس کے جواب میں صرف ہوتا رہا مگر راہ بجائے نبردند۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعدان کے شاگردوں کا دور آیا۔ مولانا رشید الدین خان علیہ الرحمۃ نے "عزۃ الراشدین" "شوکت عمریه" اور "ایضاح الطافة المقال" تصنیف فرمائیں، اور مولانا امراؤ علی صاحب کالپوی نے "رجوم الشیاطین رد نزهته کشمیری" لکھی اور مولانا سیف اللہ بن اسد اللہ ملتانی نے "تنبیه السیفیه" مولوی دلدار علی مجتہد کی کتاب "صوارم" کے جواب میں لکھی، اور مولانا شاہ سلامت اللہ کانپوری نے "معرکة آراء" تصنیف فرمائی اور مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ (فیض آبادی) صاحب نے تو سب سے بڑھ کر کام کیا، ان کی دوسری تصانیف مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ کے علاوہ "منتهی الکلام" اور "ازلة الغین" یہی دو کتابیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کتابوں کے قائم مقام ہیں۔ بقول مصنف "آیات بینات" مرحوم کے مولانا حیدر علی کے نام سے شیعوں کے بدن پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔ مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں مذکورہ بالا کتابوں میں سے "منتهی الکلام" نے زیادہ زلزلہ برپا کیا۔ ہندوستان سے لے کر ایران تک تمام مجتہدین شیعہ کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی

جس کی بڑی وجہ تو اس کتاب کے دلائل و براہین کی قوت وشوکت اور مصنف کی نظر و تتبع کی وسعت ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ علامہ حکیم سبحان علی خان شیعہ رکن سلطنت اودھ جن کے جواب میں "منتھی الکلام" تصنیف ہوئی۔ نے اپنے خاص خاص دوستوں کو خطوط لکھے۔ اور ان خطوط میں اس کتاب کی لاجوابی کا اعتراف کیا اور اپنی عاجزی اور پریشانی کا رونا روئے ہیں۔ یہ خطوط بتائید غیبی حضرت مولانا حیدر علی صاحب کو مل گئے جن کو انہوں نے ایک مستقل رسالہ کی شکل میں چھپوادیا۔ نام اس رسالہ کا "رسالۃ المکاتیب فی روایۃ الثعالب و الغرابیب" ہے۔

کتاب "آیات بینات"

(۹۲)...... حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "آیات بینات" کے مصنف کا جو ذکر فرمایا ہے تو وہ مصنف نواب محسن الملک مولانا سید محمد مہدی علی خان صاحب بہادر منیر نواز جنگ و معتمد پولٹیکل فنانس ریاست حیدر آباد ہیں۔ جو پہلے شیعہ عالم تھے اور بعد میں مذہب اہل سنت اختیار کر لیا۔ رد شیعیت میں ان کی یہ کتاب لاجواب ہے جو دو جلدوں میں دارالاشاعت کراچی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

اکابر دیوبند کی خدمات جلیلہ

(۹۳)...... دہلی سے اکابر اہلسنت کا مرکز دیوبند میں منتقل ہو گیا اور اکابر دیوبند نے اپنی جامعیت کی بنا پر اپنے دور میں مذہب اہل سنت کا بہت زیادہ تحفظ کیا۔ اور درس حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کو احادیث کی روشنی میں راجح ثابت کرتے رہے۔ جہاں ان حضرات اکابر نے دوسرے مذہبی و ملی فتنوں کا انسداد کیا وہاں فتنہ رفض سے بھی غافل نہیں رہے اور اس پہلو سے مذہب اہل سنت کی حقانیت اور برتری کا لوہا

منواتے رہے ہیں چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند نے ایک شیعہ مجتہد مولوی عمار علی صاحب کے سوالات کے جواب میں ۱۲۸۴ھ میں کتاب "هدية الشيعه" تصنیف فرمائی جس میں مسئلہ خلافت کے علاوہ مسئلہ فدک کے موضوع پر مدلل بحث کر کے اہل سنت کے موقف کی حقانیت ثابت فرمائی ۔یہ کتاب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے وہبی علوم کا ایک بہترین مظہر ہے۔

(۹۴)......ایک شیعہ مجتہد مولوی محمد ہادی بن مرزا علی صالح لکھنوی نے ایک مطبوعہ اشتہار میں دس سوالات شائع کر کے علماء اہل سنت سے جواب طلب کیا تھا تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ایک رسالہ "الاسولة الخاملة فی الاجوبة الكاملة" مولفہ ۱۲۸۸ھ شائع کیا۔جس میں شیعہ مجتہد کے سوالات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔

(۹۵)......شیعہ مجتہد کے اسی اشتہار کے جواب میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے بھی ایک کتاب "هدايت الشيعه" تصنیف فرمائی۔ جس میں مسئلہ خلافت وغیرہ پر محققانہ بحث کر کے شیعی اعتراضات کا مکمل ابطال کر دیا ہے۔

(۹۶)......حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسئلہ خلافت پر دو مستقل کتابیں تصنیف فرمائی "هدايات الرشيد الى افحام العنيد" اور "مطرقة الكرامة على مراة الامامه" پہلے آپ نے "هدايات الرشيد" لکھی جو مسئلہ خلافت وامامت پر مفصل کتاب ہے۔اس کے بعد "مطرقة الكرامة" تحریر فرمائی جو کہ تقریباً اس کا خلاصہ ہے لیکن بہت جامع کتاب ہے۔لیکن وہ جامع کتاب ہے جس میں کتاب اللہ اور کتب روافض سے خلافت خلفاء ثلاثہ کو ثابت کیا ہے۔

(۹۷)......شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو تو تحفظ

ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتنا احساس تھا کہ لکھنوء کی مدح صحابہ رضی اللہ عنہم ایجی ٹیشن میں براہ راست حصہ لیا اور دیوبند سے ایک دستہ رضا کاروں کا لے کر گرفتاری کے لیے لکھنو تشریف لے گئے اور آپ نے ان حالات میں مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے وجوب پر مدلل مضامین شائع کیے۔ چنانچہ سیکرٹری صاحب مرکزی مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم لکھنو کے نام حضرت کا مکتوب، مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم کے مکتوب نمبر ۶۱ میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے وجوب کی دوسری وجہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''علاوہ ازیں جس جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ صرف بدظنی پھیلائی جاتی ہو بلکہ ''اشھد ان علیا ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل'' بآواز بلند اذان میں کہا جاتا ہو۔ نیز امام باڑوں، مجلس خاصہ اور خصوصی مساجد میں ان کی طرف غلط اور جھوٹے اہانت آمیز واقعات منسوب کیے جاتے ہوں اور عوام سنیوں کا سننا اور شریک ہونا اور غلطی میں پڑنا ممکن ہو تو سنیوں کی اصلاح اور تحفظ عقائد کے لیے ایسی مجالس کا منعقد کرنا جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صحیح واقعات ذکر کئے جاتے ہوں اور ان کی ثناء وصفت کی جاتی ہو۔ واجب ہے''۔

(۹۸)...... نیز اسی مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:''احادیث صحیحہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ثناء وصفت ان سے محبت رکھنے کی تاکید، ان کی شان میں گستاخی کی مذمت، ان کی تابعداری کرنے کا حکم، ان کا ذکر بالخیر کرنے کا ارشاد وغیرہ نہایت کثرت سے مذکور ہے۔ اسی بنا پر مسلمانوں کے اجتماعات عامہ عیدین، حج، جمعہ وغیرہ میں لیکچر دیتے ہوئے خطبہ پڑھتے ہوئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی ثناء وصفت کرنی نہ صرف مستحب قرار دی گئی ہے بلکہ اس کو شعار اہل سنت والجماعت بھی قرار دیا ہے''۔

(دیکھو در مختار، شامی عالمگیر وغیرہ)

(۹۹)......اسی مکتوب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ: "مسلمانوں کے لیے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے کارنامے، ان کی تعلیمات، ان کے حالات زندگی سرچشمہ ہدایت ہیں اور نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ تمام انسانی دنیا کے لیے ان کے کارناموں میں کھلی ہوئی صاف اور ستھری روشنی موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ ۱۷۔جولائی ۱۹۳۷ء کے اخبار "هریجن" میں گاندھی جی نے کانگریسی وزراء کو زوردار الفاظ میں ہدایت کی تھی کہ وہ اپنا طرز عمل حضرات شیخین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ جیسا بنائیں۔یورپین مورخین اس کی خصوصی طور سے ہدایت کرتے ہیں اور اسی بنا پر سیرت فاروقی (رضی اللہ عنہ) کو فرانس کی یونیورسٹیوں وغیرہ میں داخل نصاب کر دیا گیا ہے"۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم

(۱۰۰)......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی جھگڑوں کے پیش نظر رافضی اور خارجی مقام صحابہ رضی اللہ عنہم نہ سمجھنے کی وجہ سے راہ حق سے دور ہو گئے، اور اہل سنت نے اس مسئلہ میں صحیح راستہ اختیار کیا ہے۔حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مفصل مکتوب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہمی جنگ کے بارہ میں مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول میں مکتوبات نمبر ۸۸ قابل استفادہ ہے۔اس مکتوب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کے متعلق بھی بحث کی ہے اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کے اقتباسات بھی درج کیے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں

(۱۰۱)......ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے باطل نظریات کی تردید میں بھی حضرت

نے باوجود اپنے دیگر مشاغل کثیرہ کے خصوصی توجہ فرمائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار حق ہونے پر اپنی زندگی کے آخری مبارک لمحات میں زیادہ زور دیتے رہے۔ چنانچہ اس موضوع پر رد مودودیت میں حضرت نے ایک مستقل رسالہ "مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت" تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں عصمت انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار حق ہونے پر محققانہ بحث فرما کر مودودی ضلالت کی قلعی کھول دی ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ مودودیت کو امت مسلمہ کے لیے ایک خطرناک فتنہ قرار دیتے ہیں اور مودودی جماعت کو ان بہتر (۷۲) جہنمی فرقوں میں شمار کرتے ہیں۔ جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں۔ "الجمعیت" دھلی کا شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نمبر)

امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰۲)......اپنے دور میں فتنہ رفض کی تردید میں تنہا امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی قدس سرہ نے وہ کام کیا ہے۔ جس کا اثر ان شاء اللہ العزیز صدیوں تک رہے گا۔ بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے، کہ آپ ایک شخصیت نہیں، بلکہ ایک تحریک تھے۔ جن کے ذریعہ حق تعالیٰ نے مذہب اہل سنت کی علمی و استدلالی طور پر اس دور میں برتری ظاہری فرمائی۔ اہل تشیع کے بیسیوں مذہبی رسالوں کے جواب میں امام اہل سنت کا ماہنامہ "النجم" سالہا سال تک ہندوستان میں نور ہدایت پھیلاتا رہا۔ حضرت مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنی وشیعہ نزاعی مسائل میں قریباً ہر موضوع پر محققانہ رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ اور قرآن مجید کی متعدد آیات مثلاً: آیت تبلیغ، آیت تطہیر، آیت المودۃ فی القربیٰ، آیت مباہلہ، آیت معیت، آیت قتال مرتدین اور آیت استخلاف وغیرہ کی اس طرح مدلل اور مفصل شرح فرمائی ہے، کہ اہل شعور وانصاف مذہب اہل سنت کی حقانیت تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اہل سنت مبلغین ومناظرین کے لیے حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے ان رسائل میں نہایت

محققانہ مواد موجود ہے۔

کاش! کہ اہل سنت کا کوئی ادارہ ان رسائل کی طباعت واشاعت کا انتظام کر کے مذہب اہل سنت کے تحفظ کا عظیم کارنامہ سرانجام دے دیتا! جس کا فیضان مابعد کی آنے والی نسلوں تک جاری رہتا۔ یہ بھی واضح رہے کہ امام اہل سنت مرحوم صرف ایک مبلغ ومناظر اور مصنف واہل قلم ہی نہ تھے بلکہ آپ علم وعمل اور شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ آپ نے مذہب اہل سنت کے تحفظ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے زبان وقلم سے دفاع کرنے کا جو فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اس میں آپ کی شخصیت اس دور آخر میں بے نظیر ہے۔ اس فن میں اکابر علمائے دیوبند کو امام اہل سنت پر پورا اعتماد تھا اور اکابر علماء مشائخ لوگوں کو ان مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شیعوں کے اس الزام کے متعلق عریضہ لکھا کہ:

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا گھر جلانے کا ارادہ کیا تھا''

العیاذ باللہ! تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ: ''اس کا جواب مجھ سے اچھا مولوی عبدالشکور صاحب مدرس مدرسہ عربیہ محلہ چلہ امروہہ ضلع مراد آباد دیں گے۔'' (''النجم'' ماہ شعبان ۱۳۴۱ھ۔ ص ۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ابتدائی دور تھا کیونکہ بعد میں تو آپ نے لکھنو کو اپنا مستقل مرکز بنالیا تھا، اور فتنۂ رفض کے رد میں آپ کی شخصیت بہت نمایاں ہوگئی تھی' ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ دبیر کی خدمات

(۱۰۳)......پنجاب میں فتنہ مرزائیت اور فتنہ رفض کے استیصال میں میرے والد صاحب مرحوم حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر قوم اعوان ساکن بھیں ضلع چکوال نے اپنے دور میں جس ہمت اور استقامت سے کام کیا ہے۔ اس کی نظیر بھی نہیں مل سکتی۔ جناب والد صاحب مرحوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاص ذکاوت عطا فرمائی تھی اور حاضر جوابی کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ بڑے بڑے شیعہ مناظرین آپ کے سامنے میدان مناظرہ میں لاجواب ہوئے۔ مولانا مرحوم کی تصنیف "آفتاب ھدایت" سنی و شیعہ نزاعی مسائل میں ایک یادگار کتاب ہے۔ جس کو بڑی مقبولت حاصل ہوئی ہے۔ عام فہم اردو میں ایسی جامع کتاب غالباً شائع نہیں ہوئی۔ حضرت مرحوم کی ایک اور مختصر کتاب اس موضوع پر "رسائل ثلاثہ" بھی بے جواب نایاب ہے(۱)۔

---

(۱) الحمدللہ یہ نایاب کتاب بھی اب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آ گئی ہے، اور آفتاب ہدایت کا جدید ایڈیشن بھی چھپ گیا ہے۔ نیز مولانا قاضی کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کی سوانح حیات "احوالِ دبیر رحمہ اللہ" کے نام سے راقم الحروف نے لکھی ہے، جس کا عنقریب تیسرا ایڈیشن مع اضافہ شائع ہونے والا ہے۔ ان شاء اللہ (عبدالجبار سلفی)

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی

(۱۰۴)......مسلک بریلویت کے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے بھی ہندوستان میں فتنہ رفض کے انسداد میں بہت موثر کام کیا ہے اور روافض کے اعتراضات کے جواب میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دفاع کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔منکرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی تردید میں "رد الرفضه""رد تعزیه داری" اور "الادلة الطاعنة فی اذان الملاعنة" وغیرہ آپ کے یادگار رسائل ہیں۔جن میں سنی شیعہ نزاعی پہلو سے آپ نے مذہب اہل سنت کا مکمل تحفظ کر دیا ہے۔

موجودہ اہل سنت کی عمومی غفلت

(۱۰۵)......اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ جس فرقہ حقہ اہل سنت کی ایک عظیم الشان اسلامی تاریخ ہے۔جنہوں نے کتاب اللہ،سنت رسول یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حقوق کی ہمیشہ حفاظت کی ہے،اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما انا علیه واصحابی کی روشنی میں امت کو صراط مستقیم پر چلایا ہے۔آج اس کے افراد عموماً غافل ہیں اور یہ امر اور بھی زیادہ تشویشناک ہے کہ اہل سنت کا مذہبی طبقہ بھی بحیثیت سنی ہونے کے سرگرم عمل نہیں ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آج بھی کتاب وسنت کا علم وعمل سنی علماء ومشائخ کی کوشش سے باقی اور پاکستان میں بھی سینکڑوں،ہزاروں دینی مدارس انہی کی مساعی سے قائم ہیں۔جن سے ہر سال سینکڑوں علماء وحفاظ سند فراغت حاصل کرتے ہیں۔مبلغین ومقررین اور معلمین ومدرسین بکثرت ہیں۔لیکن وہ دینی روح دن بدن کمزور ہوتی جارہی ہے اور خلوص وللہیت میں کمی آرہی ہے اور علمی ودینی خدمات عموماً بحیثیت ملازمت سرانجام دی جاتی ہیں۔سلف صالحین اور علمائے ربانیین کے طریق پر ایسے علماء مبلغین کی

کی ہے۔ جن کی زندگی کا مقصود صرف تبلیغ وتحفظ دین ہو خواہ ان کی تنخواہ زیادہ ہو یا کم یا ان کو تعلیم دین پر کچھ بھی معاوضہ نہ ملے تو پھر بھی وہ اپنا دینی فریضہ سمجھ کر محض متوکلا علی اللہ تعلیم وتبلیغ دین میں مشغول ہیں۔

(۱۰۶)...... تعلیم وتبلیغ دین بھی بحیثیت اہل سنت کم کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس میں دورہ حدیث سے فارغ ہونے والے علماء بھی عموماً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ کے دلائل سے ناواقف ہوتے ہیں اور نہ ان کو وہ آیات یاد ہوتی ہیں۔ جن سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل الایمان اور جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ شیعہ معترضین کا جواب دینے کی اہلیت نہیں رکھتے اور صحاح ستہ پڑھنے کے باوجود ان احادیث کو حل نہیں کر سکتے، جن پر شیعہ علماء اعتراضات وارد کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ کتب حدیث حنفی، شافعی اختلافی مسائل کے پیش نظر تو پڑھائی جاتی ہیں اور ایک ایک مسئلہ پر کئی کئی دن بھی صرف ہوجاتے ہیں۔ لیکن سنی وشیعہ نزاعی مسائل کو دوران درس بالکل نظرانداز کردیا جاتا ہے اور اس میں کوئی محنت نہیں کی جاتی۔ ترجمہ وتفسیر قرآن میں بھی یہی غفلت پائی جاتی ہے۔ اس لیے فارغ التحصیل ہوکر سنی نوجوان علماء کو اگر کسی شیعہ مناظر سے بحث کرنی پڑجائے تو وہ بالکل خالی الذہن ہوتا ہے اور وہ اس نزاعی پہلو سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا۔ (الا ماشاء اللہ) اس کو اگر اس کمزوری کا احساس ہوجائے تو پھر اس کو اس کے لیے مستقل محنت کرنی پڑتی ہے لیکن برعکس اس کے اہل تشیع میں سے معمولی علم والے لوگ بھی شیعی استدلالات اور مذہب اہل سنت اور خلفاء وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراضات یاد کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا پڑھنا اور پڑھانا شیعہ مذہب کی تبلیغ وتحفظ کی بنا پر ہی ہوتا ہے۔ ان کے علماء ومجتہدین کی تقریر وتحریر سب شیعیت کے فروغ کے لیے ہوتی ہے۔ لیکن یہ ایک تعجب خیز امر ہے کہ علمائے اہل سنت میں سے جو حضرات علوم کتاب وسنت میں جتنا

بلند مقام رکھتے ہیں وہ سنی وشیعہ نزاعی مسائل کو تقریر وتحریر کے ذریعہ حل کرنا ضروری نہیں سمجھتے' اور اپنی تعلیمی وتدریسی زندگی کو ان مباحث سے بالکل فارغ رکھتے ہیں۔ بلکہ اب تو ذہنی تنزل کا یہ حال ہے کہ علماء ہوں یا مشائخ ان کے حلقوں میں اہل سنت والجماعت کے نام کی عظمت واہمیت بھی نہیں بیان کی جاتی اس لیے عوام سنی مذہب کی حقانیت سے دن بدن غافل ہو رہے ہیں۔ والی اللہ المشتکیٰ

مولانا محمد اسحاق صدیقی کا دردمندانہ پیام (۱)

(۱۰۷)...... ''پاکستان کے اکابر علمائے اہل سنت میں سے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب صدیقی سندیلوی سابق مہتمم وشیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنو۔ جواب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں استاذ الحدیث تھے۔ سنی مسلمانوں کے تنزل کا ایک خاص احساس رکھتے ہیں اور ماشاء اللہ آپ کی مساعی کا محور مذہب اہل سنت ہی ہے۔ بمقام بھیں ضلع چکوال خدام اہل سنت'' کی تیسری سالانہ کانفرنس منعقدہ ۲۰۔۲۱ محرم ۱۳۹۲ھ مطابق ۷۔۸ مارچ ۱۹۷۲ء کے موقعہ پر آپ نے جو دردمندرانہ پیغام سنی مسلمانوں کے نام تحریراً بھیجا تھا وہ افادۂ عام کے لئے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

---

(1) مولانا محمد اسحٰق سندیلوی کے ساتھ ابتداء میں حضرت مصنف کے روابط تھے، کیونکہ وہ سنی مذہب کے حقوق اور عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم پر بڑے حساس تھے مگر دھیرے دھیرے وہ خارجیت اور یزیدیت کا شکار ہوتے گئے اور مسئلہ مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی وہ اعتدال پر نہ رہ سکے جس کی بناء پر حضرت قائد اہل سنت نے اپنی کتاب ''خارجی فتنہ'' میں انہی کو مخاطب کیا ہے۔ سندیلوی صاحب نے سید مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کا جواب ''اظہار حقیقت'' کے نام سے لکھا تھا، جس میں وہ خود بھی شاہراہ اعتدال سے ہٹ گئے۔ ۲۲ راکتوبر ۱۹۹۵ء کو کراچی میں فوت ہوئے اور یٰسین آباد کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (سلفی)

''ایک دل شکستہ کا پیام، اپنے سُنی بھائیوں کے نام''

الحمدللہ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی اصحابہ و ازواجہ وذریتہ اجمعین

امابعد! سُنی بھائیو! الحمدللہ کہ آپ ہم سب مسلمان ہیں' مگر مسلمان ہونے کے دعویدار کچھ اور گروہ بھی ہیں۔ شیعہ بھی خود کو مسلمان کہتے ہیں اور قادیانی بھی اور بھی اسی قسم کے مدعیان اسلام موجود ہیں، جو اسلام کی الگ الگ تشریح وتفسیر کرتے ہیں تو کیا۔ آپ کے نزدیک ہر ایک گروہ کی تشریح صحیح ہے؟ اور کیا ان میں سے ہر مذہب سچا ہے؟ اگر معاذ اللہ ایسا ہے تو اہل سنت کا امتیاز ہی کیا باقی رہ جاتا ہے اور اس کے معنیٰ تو یہ ہوں گے کہ متناقض باتیں بھی ایک ساتھ صحیح ہوسکتی ہیں۔ گویا معاذ اللہ توحید بھی صحیح ہے اور شرک بھی، اس کا قائل تو کوئی پاگل ہی ہوسکتا ہے۔

''سُنی'' ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ہم اسلام کے فرقہ کی تشریح کو صحیح سمجھتے ہیں۔ جس کا نا اہل سنت والجماعت ہے اور اس کے علاوہ جتنی تشریحات کی گئی ہیں انہیں بالکل باطل سمجھتے ہیں۔ حق یہی ہے کہ اسلام جن کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا۔ ہم کتاب اللہ' سنت رسول اللہ اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی لیے ہمارا لقب اہل السنت والجماعت ہے، ہمارا دین حق ہے۔ اس کے علاہ بقیہ ادیان ومسالک بالکل باطل ہیں۔ اس کے بعد گزارش ہے کہ اگر آپ عالم ہیں تو اپنے نفس سے سوال کیجئے اور اگر عالم نہیں ہیں تو علماء اہل سنت سے پوچھئے کہ کیا اسلام کی حفاظت واشاعت فرض نہیں ہے؟ اور جب صحیح معنوں میں اسلام صرف مسلک اہل سنت کا نام ہے تو کیا مسلک اہل سنت کی حفاظت واشاعت اور اس کی امتیازی خصوصیات کا اظہار وانتصار شرعاً فریضہ لازمی نہیں ہے؟

آپ حفاظت اسلام کے نعرے لگاتے ہیں مگر اس کی تشریح نہیں کرتے۔ بغیر تشریح

کے ہم اسلام کا مفہوم کیا سمجھیں؟ شیعیت، قادیانیت، پرویزیت وغیرہ مذہب باطلہ کی اشاعت وترویج کھلم کھلا ہو رہی ہے اور سنی مذہب کو مٹانے کی کوشش شباب پر ہے۔ مگر ہمارے سنی بھائیوں کی غفلت لائق عبرت ہے، ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ عوام تو کالانعام ہیں ہی، علمائے کرام بھی غافل بلکہ بے حس ہیں۔ عوام کو علماء سے پوچھنا چاہیے کیا کہ آپ سنی عالم نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو کیا سنی مذہب کی تعلیم وترویج اور نصرت وحمایت آپ پر فرض نہیں ہے؟ اور آپ کی اس غفلت کے بارے میں آپ سے قیامت کے دن باز پرس نہیں ہوگی؟ آپ ہمیں مذہب اہل سنت کی خصوصیات وامتیازات اور اس کی حقانیت کے دلائل اس کے مخالفین کے مغالطوں کے جوابات کیوں نہیں بتاتے اور دشمنان اہل سنت کے مکائد سے کیوں نہیں آگاہ کرتے؟ اسی طرح سنی سیاسی لیڈروں سے پوچھئے! کیا آپ سنی نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو کیا سنیوں کے حقوق کی حفاظت آپ پر فرض نہیں ہے؟ آج پورے پاکستان میں اہل سنت کے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ باوجودیکہ وہ اغلب اکثریت میں ہیں مگر ہمارے سنی سیاسی لیڈر، جن میں علماء بھی ہیں۔ کسی کے گلے سے اس ظلم کے خلاف آواز نہیں نکلتی۔ فالی اللہ المشتکی۔ اگر ہماری غفلت کا یہی عالم رہا تو اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ پاکستان سے اسلام رخصت ہو جائے۔ یعنی مسلک اہل السنت والجماعت کا خاتمہ ہو جائے۔ العیاذ باللہ۔ اس لیے بہت جلد ہوش میں آنا چاہیے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط والسلام

محمد اسحاق صدیقی عفی اللہ عنہ

خدام اہل سُنت میدان عمل میں

(۱۰۸)..... حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب موصوف نے سنی علماء کی غفلت کا جو شکوہ کیا ہے یا راقم الحروف نے جو کچھ پہلے عرض کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام سنی علماء

پاکستان میں غفلت شعار ہیں اور کسی نے مذہب اہل سنت کے تحفظ میں کچھ نہیں کیا۔ بلکہ یہ عوام وخواص کی عمومی غفلت کے متعلق دردمندانہ شکوہ ہے ورنہ متعدد علماء اس موضوع پر تقریری وتحریری خدمات سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ لیکن حضرات علماء کرام کی ان مساعی کے باوجود اہل سنت کا جماعتی کام ترقی پذیر نہیں ہوسکا۔ لہٰذا ایک ایسی تحریک کی ضرورت تھی جو سنی مسلمانوں کی عظیم اکثریت کے حقوق کی آواز بلند کرے، اور تحریر وتقریر اور جماعتی قوت سے تحفظ مذہب اہل سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے موثر دفاع کا محاذ قائم کرے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر احباب کے مشورہ سے ''مجلس خدام اہل سنت والجماعت'' کے نام سے ایک جماعت بتاریخ ۲۔ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ، مطابق ۱۹ مئی ۱۹۶۹ء قائم کی گئی تھی جس کا بعد میں ''تحریک خدام اہل سنت'' نام رکھا گیا۔ خدام اہل سنت کا کام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا سید پیر خورشید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن قصبہ عبدالحکیم ضلع خانیوال کی تائید وتصویب کے بعد شروع کیا گیا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس جماعت کی سرپرستی قبول فرمائی تھی اور اس کے قیام پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔

حضرت پیر خورشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا گرامی نامہ

(۱۰۹)..... حضرت پیر خورشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطوط میں بھی ''خدام اہل سنت'' کی تحسین فرمائی ہے۔ چنانچہ حافظ عبدالوحید صاحب حنفی نائب ناظم دفتر خدام اہل سنت چکوال نے اپنے عریضہ میں تیسری سالانہ ''سنی کانفرنس'' بھیں کے لئے دعا کی درخواست کی تھی۔ تو حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں حسب ذیل گرامی نامہ ارسال فرمایا تھا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت طرفین مطلوب۔ یادآوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے عزائم اور مقاصد میں کامیاب فرمائے اور حضرت سیّدی مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اٹھائی ہوئی تحریک ''خدام اہل سنت والجماعت'' کو مقبول فرمائے اور سنی مسلمانوں کو اس میں شمولیت کی توفیق عطا فرماوے اور خلوص سے خدمت دین مبین کی تمام مسلمانوں کے دل میں زندہ فرماوے۔ اللہ تعالیٰ تمامی مذاہب باطلہ مرزائیت، مودودیت، پرویزیت، نیچریت جیسے فتنوں سے بچاوے اور مرزائی اور رافضیون کے اقتدار سے جمیع مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین اور قدیمی لقب ''اھل السنت والجماعت'' کو آپ حضرات پر چسپاں فرماوے اور سلف صالحین کے مبارک قدموں پر چلاوے اور آپ کی ''سنی کانفرنس'' کو اللہ تعالیٰ کامیاب فرماوے اور باغ وبہاراں بناوے۔ بخدمت اقدس ذوالمجد والکرم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کو السلام علیکم عرض کریں اور خاتمہ بالایمان کی میرے لیے درخواست کریں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ ۲۷۔۲۔۲۲۔

(نوٹ! حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خادم اہل سنت احقر مظہر حسین غفرلہٗ کے لئے جو الفاظ لکھے ہیں یہ حضرت کی اپنی تواضع اور چھوٹوں پر شفقت کا نتیجہ ہیں ورنہ ''من آنم کہ من دانم۔)

○ طویل علالت کے بعد حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے ۱۰؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۲؍جون ۱۹۷۳ء کو انتقال فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ آپ کے صاحبزادگان سلمہم اللہ تعالیٰ کو آپ کی دینی وروحانی وراثت سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ کے جاری کردہ دینی مدرسہ ''محمود العلوم'' کو ترقیات نصیب ہوں، آمین بجاہ النبی الکریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

حق چار یار رضی اللہ عنہم کی اصطلاح

(۱۱۰)......خدام اہل سنت نے ''حق چار یار رضی اللہ عنہم'' کے اعلان پر خاص زور دیا ہے اور الحمد للہ اس کی مقبولیت روز بروز بڑھ رہی ہے اور اس کی افادیت کو اہل سنت محسوس کر رہے ہیں......

گونج اٹھا ہے ملک میں حق چار یار رضی اللہ عنہم......
مان لے جو اس کا ہوگا بیڑا پار! ......

یوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوب رب العالمین کے تمام اصحاب رضی اللہ عنہم پیارے اور جنتی ہیں، لیکن ان میں خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا درجہ چونکہ سب سے بڑا ہے اور انہی کو قرآنی خلافت موعودہ عطا ہوئی ہے۔ اس لیے خصوصیت سے ان حضرات کو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''چار یار رضی اللہ عنہم'' کہا جاتا ہے۔ جن میں سے امام الخلفاء یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مزار انوار میں قیامت تک کے لیے محبوب خدا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنگت اور یاری کا خصوصی شرف حاصل ہے اور یہ وہی روضہ مقدسہ ہے جو اہل سنت کے عقیدہ میں عرش و کرسی بلکہ خانہ کعبہ پر بھی فضیلت رکھتا ہے اور اکابر دیوبند نے بھی اس کی تصریح فرمادی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ چار یار برحق، معیار حق اور قطعی جنتی ہیں۔ کسی کے بغض و انکار سے ان کے علوِ مقام میں کمی نہیں آسکتی۔ لیکن اہل سنت موجودہ دور میں چونکہ ان خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم یعنی چار یار رضی اللہ عنہم کی عظمت و حقانیت کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم نہیں ہیں، اور دوسری طرف مخالفین و معاندین نے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی باہمی دشمنی کا بے بنیاد مذموم پروپیگنڈا اٹھایا ہوا ہے۔ اس لیے عظمت

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے تحفظ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ "حق چار یار رضی اللہ عنہم" کے اعلان حق کو ملک میں عام کیا جائے۔ تاکہ سنی مسلمانوں کے قلوب ان چار یار کی عظمت وحقانیت سے پرنور اور مخالفین کی پھیلائی ہوئی ظلمتیں کافور ہوجائیں اور یہ ضرورت اسی طرح کی ہے جس طرح کہ جھوٹی نبوت کے قادیانی فتنہ کے انسداد کے لیے "تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد" اور "ختم نبوت زندہ باد" کے اعلان (نعرہ حق) کو ہر مقام اور ہر اسٹیج پر پھیلا دیا گیا تھا۔ جس سے قادیانی نبوت کے در و بام لرزنے لگ گئے تھے اور آخرکار "ختم نبوت زندہ باد" کے اعلان حق نے آئینی طور پر پاکستان میں قادیانی نبوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اگر وقتی تقاضا کے پیش نظر "حق چار یار رضی اللہ عنہم" کا نعرہ بھی ملک میں ہر مقام اور ہر سنی اسٹیج پر گونجنے لگے تو انشاء اللہ تعالیٰ "چار یار رضی اللہ عنہم" کی دھاک بیٹھ جائے گی اور خلافت راشدہ کا بھولا ہوا سبق ہر مسلمان کو یاد ہوجائے گا اور مسئلہ ختم نبوت کی طرح قومی اسمبلی میں "تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم" کا قانون پاس ہوجائے گا اور کسی شخص کو بھی اصحاب واہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص وتوہین کی جرأت نہیں ہوسکے گی۔

"لفظ یار" کا مفہوم

(۱۱۱)...... عوام اہل سنت کی غفلت اور سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مخالفین یہ پروپیگنڈا بھی کرتے ہیں کہ "یار" کا لفظ تو عیب دار ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس معنیٰ میں یار ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "یار" کے معنیٰ میں کوئی عیب نہیں ہے۔ دوست، یار، رفیق ایک ہی معنیٰ میں مستعمل ہوتے ہیں چنانچہ "فیروز اللغات اردو" میں ہے۔ یاراں، یار کی جمع، کئی دوست + یارانہ، دوستی، آشنائی + یار غار، غار کا دوست، پکا دوست + یاری، دوستی، مدد + مولانا ظفر علی خاں صاحب مرحوم اردو کے مشہور شاعر، صحافی اور ادیب ہیں۔ جن کا یہ شعر ضرب المثل بن چکا ہے۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ

ہم مرتبہ ہیں یار ان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

یہاں مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کو یاران نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دیا ہے اور شعر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان چاروں میں فضیلت ودرجہ کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ ان میں سب سے بڑا مرتبہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے اور بعد انبیائے کرام علیہم السلام کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل البشر ہیں۔ شعر میں ان چاروں میں فرق نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ شرف صحابیت میں سب برابر ہیں اور ہم سب کو مانتے ہیں۔ مثلاً انبیائے کرام علیہم السلام میں بھی باہمی فضیلت پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (سورۃ: البقرۃ، آیت نمبر ۲۵۳) ''یہ سب پیغمبر ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے'' اور یہ بھی قرآن مجید میں ہے کہ: لانفرق بین احد من رسلہ: ہم اللہ کے پیغمبروں میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے'' اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام انبیائے کرام پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں' اسی طرح ہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مانتے ہیں اور کسی صحابی کا بھی انکار نہیں کرتے البتہ ان کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

صاحب اور یار ہم معنیٰ ہیں

(۱۱۲)...... ''فیروز اللغات اردو'' میں ہے۔ صاحب، دوست مالک+صحابہ، صحابی اور صاحب کی جمع ہے+صحبت دوستی۔ ساتھ مل بیٹھنا+اور ''غیاث اللغات فارسی'' میں ہے: صاحب بمعنی وزیر دیار+

قرآنی آیات سے ثبوت

(۱۱۳)......قرآن مجید میں بھی صاحب بمعنی رفیق اور یار استعمال ہوا ہے چنانچہ آیت غار میں ہے: ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ (سورۃ توبہ، آیت نمبر ۴۰)

(ا) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ یہ ہے: ''جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ کے ساتھ تھے جس وقت دونوں غار میں تھے۔ جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقینا اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے'' (ب) مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''جب اپنے یار سے فرما رہے تھے' غم نہ کھا۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے'' (ج) مولوی مقبول احمد دہلوی شیعہ مفسر نے یہ ترجمہ لکھا ہے: ''دو میں سے دوسرا جس وقت کہ وہ دونوں غار میں تھے۔ اس وقت ہمارا رسول اپنے ساتھی سے کہہ کر رہا تھا کہ افسوس نہ کر، بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے'' اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس آیت میں صاحب رسول سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحب کا ترجمہ ہمراہی۔ مولانا بریلوی نے یار اور مولوی مقبول احمد نے ساتھی لکھا ہے ۔مقبول احمد نے ساتھی لکھا ہے اور قرآن مجید میں صاحب رسول یعنی یار رسول صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی فرمایا گیا ہے' اور چونکہ سفر ہجرت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی رفاقت اور سنگت کا شرف حاصل ہوا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے غار کے تذکرہ میں آپ کو صاحب رسول فرمایا ہے۔ اس لیے آپ کا لقب ''یار غار'' مشہور ہو گیا، اور اسی گہری دوستی کی بناء وہ گہرے دوستوں کو عرف میں ''یار غار'' کہا جاتا ہے۔ (۲) قرآن مجید میں لفظ ولی بھی بمعنی یار اور دوست استعمال ہوا ہے چنانچہ پارہ ۲۶ سورۃ الفتح میں ہے: ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا۔ (ا) ''پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا اور نہ مددگار'' (ترجمہ

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) (ب) ''پھر نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ مددگار'' (ترجمہ مقبول) تو آیت سے لفظ ولی بمعنی ''یار'' ثابت ہوگیا۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان چار خلفاء کو ''چار یار رضی اللہ عنہم'' سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ خلافت راشدہ کی بحث میں مولوی محمد ہادی صاحب شیعہ مجتہد کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تو ان (یعنی اہل سنت) کے نزدیک پانچ ہیں، یعنی چار یار اور ایک امام حسن رضی اللہ عنہ، مگر ان کے خلیفہ راشد ہونے اور ان کے (یعنی دوسروں) کے نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اور سب ظالم ہی تھے۔ (الاجوبۃ الکاملہ ۳۹ مطبوعہ دھلی)

نوٹ: امام حسن رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ راشد ہیں لیکن ان کی خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تتمہ ہے اور پھر آپ نے اپنی خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی تھی اس لیے عموماً علمائے اہل سنت خلفائے راشدین سے یہی ''چار یار رضی اللہ عنہم'' مراد لیتے ہیں۔ پہلے اہل سنت کے نزدیک ان چار یار رضی اللہ عنہم کی اتنی اہمیت تھی کہ عموماً سنی مساجد میں یہ شعر لکھا جاتا تھا۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر!
ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ' عثمان رضی اللہ عنہ وحیدر رضی اللہ عنہ!

خطبہ جمعہ کا شعار

(۱۱۴)......شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے وجوب کے سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے ایک مکتوب گرامی سے خطبہ جمعہ میں خلفائے اربعہ (چار یار رضی اللہ عنہم) کا ذکر کرنا شعار اہل سنت ثابت کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں کسی سنی خطیب نے خلفاء

راشدین رضی اللہ عنہم کا نام خطبہ جمعہ میں نہیں لیا تھا۔ تو اس پر حضرت نے حاکم وقت کو اس خطیب کی سرزنش کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا، اسی سلسلہ میں آپ کا یہ مکتوب ہے:

''ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اگرچہ از شرائط خطبہ نیست ولیکن از شعار اہل سنت است (شکر الله تعالیٰ سعیهم) ترک نہ کند بعمد وتمرد آں رامگر کسے کہ دلش مریض وباطنش خبیث۔ اگر فرض کنم کہ بہ تعصب وعناد ترک نہ کردہ باشد وعید: ''من تشبه بقوم فهو منهم''۔ راچہ جواب خواہد گفت۔ ایں قسم گل بدبواز ابتلائے اسلام تا ایں وقت معلوم نیست کہ در ہندوستان شگفتہ باشد۔ نزدیک است کہ ازیں معاملہ تمام شہر متہم گردد''

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہل سنت کے شعار میں سے ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کی قدر کرے) کوئی اپنے ارادے اور سرکشی سے اس کو نہیں چھوڑتا مگر وہ شخص جس کا دل بیمار ہو اور اس کا باطن خبیث ہو۔ اور اگر فرض کریں کہ تعصب اور عناد سے ترک نہ کیا تو وعید: من تشبه بقوم فهو منهم: ''جس نے کسی قوم کی شباہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے'' کا کیا جواب کہا جائے گا؟ اس قسم کا بدبودار پھول ابتدائے اسلام سے اس وقت تک ہندوستان میں کھلنا معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن نزدیک ہے کہ اس معاملہ سے تمام شہر متہم ہو جائے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم ۱۷۲)

اسلامی سکہ

(۱۱۵)......ان ''چار یار رضی اللہ عنہم'' کی نہ صرف عوام اہل سنت بلکہ سنی سلاطین کے ہاں بھی اتنی اہمیت اور عظمت تھی کہ بعض اسلامی حکومتوں کے مروجہ سکہ پر درمیان میں کلمہ طیبہ: لا اله الا الله محمد رسول الله اور چاروں گوشوں میں ''چار یار رضی اللہ عنہم'' کے نام کندہ ہوتے تھے۔ چنانچہ ہم کو دو پرانے سکے دستیاب ہوئے ہیں جن پر درمیان میں کلمہ اسلام اور اس کے چاروں طرف حضرات چار یار رضی اللہ عنہم کے نام لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک سکہ

کی دوسری جانب ''شاہجہان بادشاہ غازی'' لکھا ہوا ہے۔مغلیہ دور کے اس اسلامی سکہ کا نقشہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔تا کہ مسلمانان اہل سنت کو اپنے شاندار ماضی کا احساس ہو اور وہ سلاطین اسلام کے ملکی سکوں سے ہی سرور کائنات کے ان چار یار کی عظمت کا تحفظ کرنا سیکھ لیں۔کلمہ اسلام کے اردگرد خلفائے اربعہ کے نام کندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ چار یار دراصل کلمہ اسلام کے محافظ ہیں اور اسلامی کلمہ کا۔۔۔تحفظ بھی ان حضرات کی عظمت وناموس کے تحفظ پر موقوف ہے۔اللہ تعالیٰ ہم ''خدام'' کو'' اور ہر سنی مسلمان کو ''حق چار یار'' کا غلغلہ بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور پرچم خلافت راشدہ نہ صرف پاکستان بلکہ تمام دنیائے اسلام میں بلند سے بلند تر ہوتا جائے۔

آمین! بجاہ النبی الکریم خاتم النبین

صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم

............آیا یاد زمانہ قاضی کا............

انداز شاہانہ قاضی کا ☆ دھرا وقت پرانا قاضی کا
قرآن سنانا قاضی کا ☆ توحید بتانا قاضی کا
سنت نبویؐ کا پرچار فرمانا قاضی کا ☆ نعرہ حق چار یارؓ لگانا قاضی کا
حُب اصحاب کے دیپ جالا قاضی کا ☆ شان ازواج نبی سمجھانا قاضی کا
دفاع آل رسول فرمانا قاضی کا ☆ حفاظت مسلک کرکے دکھانا قاضی کا
فتنوں سے سنی کو بچانا قاضی کا ☆ اعدائے دین سے ٹکرانا قاضی کا
رافضی کو میدان سے بھگانا قاضی کا ☆ یزیدیت کے چھکے چھڑانا قاضی کا
مودودی پہ کاری ضرب لگانا قاضی کا ☆ اہل بدعت کی نواست سمجھانا قاضی کا
فتنہ ممتاتی کو سبق سمجھانا قاضی کا ☆ باطل عقائد کا رد فرمانا قاضی کا
حفاظت دین کی خاطر ڈٹ جانا قاضی کا ☆ مصائب کے طوفان میں بھی نہ گھبرانا قاضی کا
ہر ایک شخص پر حقیقتیں فرمانا قاضی کا ☆ سنی کا سنی ذہن بنانا قاضی کا
اسوۂ آقا پر عمل کرکے دکھانا قاضی کا ☆ رسم و رواج و بدعت کو مٹانا قاضی کا
چراغِ حقیقت کو اندھیروں میں جلانا قاضی کا ☆ عظمت صحابہ کی خاطر سنی پرچم لہرانا قاضی کا
گھر گھر میں پرچم حق چار یارؓ لگوانا قاضی کا ☆ شیعیت کو ناکام بنانا قاضی کا
اہل سنت پہ احسان فرمانا قاضی کا ☆ جہلمیؒ، اوکاڑویؒ، صفدرؒ کا خدام میں لانا قاضی کا
قاضی ظہور احمد اظہر کو جانشین بنانا قاضی کا ☆ بشیر، زاہد، ظاہر راغب یہ سب گھرانہ قاضی کا
سنی پڑھ آج ترانہ قاضی کا ☆ عقائد کی حفاظت پہ سر نذرانہ قاضی کا
کیوں ہر سنی نہ ہو دیوانہ قاضی کا ☆ ہے چار یاری بھی پروانہ قاضی کا
حق بات بتانا قاضی کا ☆ چار چاند لگانا قاضی کا
فرض نبھانا قاضی کا ☆ قرآن سنانا قاضی کا